Scanned by CamScanner

مواعظ حکیم الامت اور دینی رسائل کی اشاعت کا امین

ماہنامہ الامداد لاہور پاکستان

مدیر مسئول: مشرف علی تھانوی

مدیر: خلیل احمد تھانوی

جلد ۳	جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ / جولائی ۲۰۰۲ء	شمارہ ۸

حقوق البیت

(گھر والوں کے حقوق)

ازافادات: حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

عنوانات و حواشی: مولانا خلیل احمد تھانوی

قیمت فی پرچہ =/۱۰ روپے ● زرسالانہ =/۱۰۰ روپے

پتہ دفتر: جامعہ دار العلوم الاسلامیہ
۲۹۱ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور
فون نمبر ۵۴۲۲۲۱۳ـ ۷۴۴۸۰۶۰

ناشر: مشرف علی تھانوی
مطبع: ہاشم اینڈ حماد پریس
۲۰/۱۳ اے ریٹی گن روڈ بلال گنج لاہور

مقام اشاعت
جامعہ دار العلوم الاسلامیہ لاہور پاکستان

وعظ

حقوق البیت

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے یہ وعظ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ کی شب میں بمقام غازی پور بر مکان سیکرٹری صاحب مستورات کی اصلاح وتعلیم کے لئے ان کی درخواست پر ایک گھنٹہ ۵۵ منٹ بیٹھ کر ارشاد فرمایا۔ مسودۂ اجمالی مولانا سعید احمد صاحبؒ نے ضبط کیا بعد ازاں ان کے برادر خورد حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانیؒ نے تفصیلاً نقل فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمْ اَمَّا بَعْدُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ (الحدیث)

ترجمہ: (ہر ایک تم میں سے باختیار ہے یعنی ہر ایک چیز کا نگہبان اور ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے پوچھا جائے گا کہ تمہارے سپرد جو چیزیں تھیں تم نے کیا کیا؟)

تعین مضمون اور اسکی وجہ

یہ ایک حدیث ہے یعنی ارشاد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اس میں ایک ضروری مضمون ہے جو اس وقت کی ضرورت ومصلحت کے مناسب ہے، یعنی اس وقت زیادہ ضرورت مستورات کو سنانے کی ہے اس لئے میں نے ایک ایسا مضمون اختیار کیا ہے جس میں ان کے متعلق بعض ذمہ داریوں کا ذکر کیا ہے یعنی حقوق خانہ داری کا کیونکہ مرد کا گھر عموماً ان کے سپرد ہوتا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ اس کے متعلق ان کو احکام شرعی معلوم ہوں۔ ہر چند کہ اس میں بعض مضامین مردوں کے

متعلق بھی بیان ہوں گے مگر زیادہ مقصود اس وقت عورتوں کو سنانا ہے کیونکہ ان کو خود بھی علم کم ہوتا ہے اور علمی مجلس بھی میسر نہیں ہوتی۔مواعظ کے سننے کا بھی ان کو اتفاق کم ہوتا ہے جبکہ مرد تو اکثر اپنے متعلق احکام سنتے رہتے ہیں۔اور جس بات کو چاہیں اہلِ علم سے دریافت کر سکتے ہیں۔

نقل الفاظ حدیث میں احتیاط

اس وقت جو حدیث میں نے تلاوت کی ہے یہ ایک طویل حدیث ہے جس کا ایک ٹکڑا میں نے اس وقت پڑھا ہے تمام حدیث کو احتیاط کی وجہ سے نقل نہیں کیا کیونکہ پورے الفاظ یاد نہ تھے اس لئے میں نے الحدیث کہہ دیا تھا تا کہ معلوم ہو جاوے کہ یہ پوری حدیث نہیں بلکہ اس کے اور بھی اجزاء ہیں جو یاد نہیں رہے مگر مضامین قریب قریب سب محفوظ ہیں بعض یقیناً بعض ظناً اور دراصل وہ سب مضامین اسی جملہ کی تفاصیل ہیں جو میں نے اس وقت پڑھا ہے۔کیونکہ اس حدیث میں حضور ﷺ نے اول ایک قاعدہ کلیہ اجمالاً (۱) بیان فرمایا ہے پھر اس کی چند جزئیات بطور تفصیل کے بیان فرمائی ہیں اس وقت میں نے اجمالی مضمون کے الفاظ تو نقل کر دیئے تفصیلی مضمون کے الفاظ نہیں پڑھے کیونکہ وہ لفظ بہ لفظ (۲) یاد نہ تھے اور ضرورت بھی نہ تھی کیونکہ اس اجمال میں وہ سب تفصیل مندرج (۳) ہے۔

مردوں اور عورتوں کی ذمہ داری

بہرحال وہ اجمالی مضمون جو بطور قاعدہ کلیہ کے ارشاد ہوا ہے یہ ہے

(۱) ایک اصولی قاعدہ اجمالی طور پر بیان فرمایا (۲) کیونکہ اس کے پورے الفاظ مجھے یاد نہیں تھے (۳) کیونکہ اس اجمال ہی میں پوری تفصیل آ گئی۔

"كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ" (کہ ہر ایک تم میں سے بااختیار ہے اور ہر کسی چیز کا نگہبان اور ذمہ دار ہے) اور ہر ایک سے پوچھا جائے گا کہ تمہارے سپرد جو چیزیں تھیں ان میں تم نے کیا کیا؟ یہ ہے اجمالی مضمون کا حاصل۔اس کے بعد حضور ﷺ نے اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے جس کے دو جزء تو یقیناً یاد ہیں جن میں سے ایک یہ ہے "والْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهَا وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُم مُتَفِقٌ عَلَيْهِ" کہ عورت کے متعلق شوہر کا گھر ہوتا ہے اور اس کے بال بچے۔ان میں اس کو اختیار دیا گیا ہے اور ان کے متعلق اس سے دریافت کیا جائے گا کہ تم نے شوہر کے گھر اور اولاد کے ساتھ کیا برتاؤ کیا اس کے بعد ایک جزو یہ ہے "وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلٰى مَالِ سَيِّدِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُ مَتَّفَقٌ عَلَيْهِ" یعنی غلام (خادم) اپنے آقا کے مال کا نگہبان اور ذمہ دار ہے وہ بھی مفوض الیہ (۱) ہے اس لئے اس سے بھی پوچھا جائیگا کہ تو نے اپنے آقا کے مال میں کس طرح تصرف کیا۔یہ دو جز تو یقیناً ہیں۔تیسرا جز شاید یہی ہے کہ ہر شخص اپنے گھر میں بااختیار ہے اور اس سے اس کے گھر والوں کے متعلق سوال ہوگا کہ تو نے اپنے آقا کے مال میں کس طرح تصرف کیا یہ دو جزو اور ان کے حقوق ادا کئے یا نہیں۔(قُلْتُ وَأَلْفَاظُ الْحَدِيْثِ (۲) هٰذَا فَالْاِمَامُ الَّذِیْ عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى أَهْلِ بَيْتِهٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَذَكَرَ بَعْدَهٗ الْمَرْأَةُ وَالْعَبْدُ ثُمَّ قَالَ اَلَا فَكُلُّكُمْ

(۱) اس کے سپرد بھی ایک کام ہے (۲) میں کہتا ہوں کہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ(كَذَافِي الْمِشْكوٰة ص ٢٧٠) وَفِي تَرْغِيبِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ اللّٰهَ سَائِلٌ كُلَّ رَاعٍ عَمَّا اسْتَرْعَاهُ حَفِظَ أَمْ ضَيَّعَ رَوَاهُ اِبْنِ حَبَّانٍ فِي صَحِيْحِهِص ٢٥١)

(پس امام اور خلیفہ جو لوگوں کا نگہبان اور راعی(۱) ہے۔اس سے اس کی رعیت کی بابت پوچھا جائیگا اور مرد اپنے گھر کا نگہبان اور راعی ہے اس کو اس کی رعیت کی بابت پوچھا جائیگا۔اور عورت محافظہ ہے(۲) اپنے شوہر کے گھر کی اور اس کے بچوں کی اس سے اس کی رعیت کی بابت پوچھا جائیگا۔اور غلام اپنے آقا کے مال کا محافظ اور نگہبان ہے اس سے اس کی بابت پوچھا جائیگا۔خبردار! تم میں سے ہر شخص راعی ہے اور ہر راعی سے اس کی رعیت کی بابت پوچھا جائیگا (بخاری ومسلم) نیز انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر راعی سے اس کی رعیت(۳) کی بابت سوال کریں گے کہ اس نے اس کی حفاظت کی یا ضائع کیا۔)

اور یہ تیسرا جزو یعنی (وَالرَّجُل رَاعٍ الخ) (مرد نگہبان ہے) قرآن میں بھی ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوا قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (۴) (اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ) اس میں ایمان والوں کو صاف حکم ہے کہ جہنم کی آگ سے اپنے کو بھی بچاؤ اور اپنے گھر

(۱) نگران (۲) حفاظت کرنے والی ہے (۳) ہر نگرانی کرنے والے سے اسکی نگرانی میں موجود لوگوں کے متعلق سوال کریں گے (۴) سورۃ التحریم آیت ٦

والوں کو بھی۔تو اس کا بھی وہی مطلب ہوگیا جو اَلرَّجُل رَاعٍ عَلٰی أَھل کا تھا کہ مرد اپنے گھر والوں کی اصلاح کا ذمہ دار ہے۔بلکہ قرآن میں جن لفظوں سے اس مضمون کو بیان فرمایا ہے اس میں رجال(۱) کی بھی تخصیص نہیں بلکہ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (اے ایمان والو) میں تبعاً(۲) عورتیں بھی داخل ہیں جیسا کہ قرآن میں تمام جگہ یہی طرز(۳) ہے کہ عورتوں کو مستقلاً خطاب نہیں کیا جاتا بلکہ مردوں کے ساتھ تبعاً ان کو بھی خطاب ہوتا ہے۔تو یہاں بھی اس قاعدہ کے مطابق یہ خطاب مردوں اور عورتوں سب کو شامل ہے تو عورتوں کے لئے بھی یہ بات ضروری ہوئی کہ وہ اپنے خاوند اور اولاد کو جہنم کی آگ سے بچائیں اور ان کو خلاف شرع امور سے روکنے کی کوشش کریں۔قرآن میں تو یہ مضمون عورتوں کے متعلق اجمالاً ہے اور حدیث میں اجمالاً بھی ہے اور تفصیلاً بھی۔ بہرحال خواہ اجمالاً ہو خواہ تفصیلاً قرآن وحدیث دونوں بتلارہے ہیں کہ مردوں اور عورتوں کے متعلق کچھ حقوق ہیں جن کے متعلق ان سے بازپُرس ہوگی۔اب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ ہم اپنی حالت پر غور کریں کہ ہم لوگ ان احکام کے ساتھ کیا برتاؤ کررہے ہیں۔آیا ان کا امتثال(۴) کرتے ہیں یا نہیں۔ تو غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو مرد اِن حقوق کو ادا کرتے ہیں جو ان کے ذمہ ہیں اور نہ ہی عورتیں۔اور اسی وجہ سے میں نے اس مضمون کو اختیار کیا ہے۔تاکہ عورتیں بالخصوص اور مرد بھی متنبہ(۵) ہوں کہ ان کے ذمہ کیا کیا حقوق ہیں اور ان کے ادا کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔

(۱) مردوں کی بھی کوئی خصوصیت نہیں (۲) تابع ہوکر پر عورتیں بھی داخل ہیں (۳) طریقہ ہے (۴) ان احکام کو بجالاتے ہیں یا نہیں (۵) عورتیں خاص طور پر اور مرد بھی آگاہ ہوجائیں۔

اب یہ سمجھئے کہ وہ حقوق کیا ہیں کیونکہ اپنی کوتاہی کا علم بھی اسی سے ہوگا اور اب تک کوتاہی کا علم نہ ہونا بھی اسی وجہ سے ہے کہ ہم ان حقوق سے واقف نہیں ہیں، مردوں نے تو اپنے ذمہ عورتوں کے یہ حقوق سمجھ رکھے ہیں کہ کھانا دیدیا، کپڑا دیدیا، زیور دیدیا، گھر دیدیا، کبھی بیمار ہوئیں تو علاج کر دیا اور کبھی کوئی فرمائش کی تو وہ پوری کردی اور بس۔

گھریلو ذمہ داریوں میں عورتوں کی کوتاہیاں

اور عورتیں اپنے ذمہ مردوں کے یہ حقوق سمجھتی ہیں کہ کھانا پکا کے دیدیا، رات کو بستر کر دیا، دھوبن کو مردوں کے کپڑے شمار کر کے دیدیئے اور جب لائی تو شمار کر کے لے لئے اور حفاظت سے بکس میں بند کر کے رکھ دیئے۔ اور شمار کر کے دینا لینا بھی بعض گھروں میں ہے ورنہ اکثر تو یہی کہتی ہیں کہ ہماری دھوبن بڑی ایماندار ہے یہ خود گن کر لے جاتی ہے اور پورے کپڑے دے جاتی ہے۔ پھر نہ دیتے ہوئے کپڑوں کی شمار ہوتی ہے نہ لیتے ہوئے۔ دھوبن کی ایمانداری پر اعتماد ہے اور وہی مختار کل ہے جو چاہے کرے۔ اسی طرح پسنہاری(۱) کو بھی خود وزن کر کے غلہ نہیں دیا جاتا اسی سے کہہ دیتی ہیں کہ اپنے آپ وزن کر کے اتنی دھڑی(۲) لے جا چاہے وہ چار دھڑی کی جگہ پانچ (۳) لے جائے اور ان سے چار ظاہر کرے(۴)۔ پھر جب وہ آٹا پیس کر لاتی ہے اس وقت بھی وزن نہیں کیا جاتا۔ وہی پسنہاری خود تول کر برتنوں

---

(۱) جو غلہ وغیرہ پیس کر لاتی ہے (۲) پانچ کلو وزن کی ایک دھڑی ہوتی ہے (۳) چاہے وہ بیس سیر کی بجائے پچیس سیر لے جائے (۴) اور ان کو چار دھڑی بتائے یعنی بیس سیر۔

میں بھر دیتی ہے اور آیندہ کے لئے دوبارہ اناج(۱) لے جاتی ہے۔ گھر والوں کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ پہلی پسائی کتنی تھی اور اگلی کتنی(۲)۔ بس مہینہ ختم ہونے پر جتنی رقم پسنہاری نے بتلادی وہی اس کے ہاتھ پہ رکھ دی۔

میں نے ایک گھر میں دیکھا ہے کہ ایک پسنہاری کی بہت پسائیاں چڑھی ہوئی تھیں اور گھر میں نہ کوئی حافظہ تھی نہ کوئی ضابطہ(۳) تھا۔ بعض دفعہ گھر والوں اور پسنہاری میں اختلاف ہوتا وہ کچھ کہتیں پسنہاری کچھ کہتی مگر حجت(۴) کسی کے پاس نہ ہوتی بالآخر جھک مار کر(۵) وہی دینا پڑتا جو پسنہاری بتلا دیتی اور جن گھروں میں حساب کا خیال بھی ہوتا ہے تو وہاں یہ طریقہ ہے کہ دیوار پر کوئلہ سے لکیر کھینچ دیتی ہیں جب ایک دھڑی(۶) پس کر آئی انھوں نے اسی وقت دیوار پر لکیر کھینچ دی۔ میں نے دیکھا کہ ایک مکان میں تمام دیوار سیاہ تھی حالانکہ دیوار کی لکیر کوئی معتبر چیز نہیں ذرا سا ہاتھ لگنے سے مٹ سکتی ہے اور پسنہاری ایک آدھ لکیر بڑھا بھی سکتی ہے۔ پھر اس صورت میں وہی دینا ہوگا جو پسنہاری بتلادے گی۔ (اس سے تو آسان صورت یہ ہے کہ قلم اور دوات سے کسی تختی یا کاغذ ہی پر جو اپنے قبضہ میں رہے لکیر کھینچ دیا کریں تاکہ کمی بیشی کے احتمال سے محفوظ رہے مگر گھروں میں اس کا مطلق اہتمام نہیں۔۱۲)

وجہ یہ ہے کہ عورتیں ان کاموں کو اپنے ذمے سمجھتی ہی نہیں ہیں بلکہ وہ اپنے ذمے صرف اتنا سمجھتی ہیں کہ مردوں کو کھلا پلا دیا اور اگر کوئی بچہ ہوا تو اس کو ہگا موتا(۷) دیا۔ اور یہ بھی اس وقت کہ گھر میں بچہ کے لینے کیلئے کوئی آدمی نوکر نہ ہو۔ اور یہ کام

---

(۱) گندم لے جاتی ہے (۲) گندم کی پسائی کے پچھلے پیسے کتنے تھے اور اس دفعہ کے کتنے (۳) نہ کسی کو یاد تھا نہ لکھا ہوا تھا (۴) دلیل (۵) آخر کار ہار کر وہی دینا پڑتا ہے (۶) جب پانچ سیر گیہوں پس کر آئے (۷) پیشاب پاخانہ کرایا۔

انھیں خود کرنا پڑے ورنہ ان کو اس کی بھی خبر نہیں ہوتی کہ بچے کہاں ہیں اور کس طرح ہیں۔اور اگر گھر میں کوئی کھانا پکانے والی بھی نوکر ہوئی تو ان کو چولھے کی خبر بھی نہیں ہوتی اب نوکرانی سیاہ وسفید جو چاہے کرے۔غرض شوہر کے مال کی حفاظت کا عورتوں کو مطلق خیال نہیں ہوتا۔

مردوں کے ذمہ عورتوں کا دینی حق

اسی طرح مردوں کو عورتوں کے حقوق میں سے بعضے دنیوی امور کا اہتمام ہے یعنی زیور کپڑے کا یا کھانے پینے کا باقی ان کے دین کی اصلاح کا کچھ بھی اہتمام نہیں، تو دونوں نے دو دو قسم کی کوتاہیاں کر رکھی ہیں۔دو قسم کی مردوں نے اور دو قسم کی عورتوں نے۔مجموعہ چار قسم کی کوتاہیاں ہوئیں۔مردوں سے ایک کوتاہی تو یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے ذمہ صرف دنیوی حقوق سمجھتے ہیں دینی حقوق اپنے ذمہ سمجھتے ہی نہیں ہیں کہ ہمارے ذمہ ان کے دین کا بھی کوئی حق ہے۔مثلاً گھر میں آ کر یہ تو پوچھتے ہیں کہ کھانا تیار ہوا یا نہیں مگر یہ نہیں پوچھتے کہ تم نے نماز بھی پڑھی یا نہیں۔اگر کھانا کھانے گھر میں آئے اور معلوم ہوا کہ ابھی تیار نہیں ہوا تو خفا ہوتے ہیں۔یا تیار تو ہو گیا مگر مرضی کے موافق تیار نہیں ہوا تب بھی خفا ہوتے ہیں اور کبھی یہ معلوم ہوا ہو کہ بیوی نے اس وقت کی نماز نہیں پڑھی تو ان کو ذرا سی بھی ناگواری نہیں ہوتی۔نہ بیوی پر خفا ہوتے ہیں بلکہ اگر کسی کی بیوی عمر بھر بھی نماز نہ پڑھے تو بہت سے مردوں کو اس کی بھی پرواہ نہیں ہوتی۔اور کبھی کسی کو خیال بھی نہیں ہوتا اور جو دیندار کہلاتے ہیں تو وہ بھی یوں ہی چلتی سی بات کہہ دیتے ہیں کہ بی بی نماز پڑھا کرو۔نماز کا ترک بڑا گناہ

ہے۔پس اتنا کہہ کر اپنے نزدیک سبکدوش(۱) ہو گئے۔اور جب کسی نے ان سے کہا کہ تم اپنی بی بی کو نماز کی تنبیہ کیوں نہیں کرتے تو یہ جواب دیتے ہیں کہ کہہ تو دیا تھا اب وہ نہیں پڑھتی تو میں کیا کروں۔لیکن میں کہتا ہوں کہ انصاف سے بتائیے کیا آپ نے نماز کیلئے اسی طرح کہا تھا جیسے نمک تیز ہونے پر کہا تھا۔اور اگر ایک دو دفعہ کے کہنے سے اس نے نمک کی درستی کا اہتمام نہ کیا ہو تو کیا وہاں بھی آپ ایسے ہی خاموش ہو جاتے ہیں جیسے نماز کے لئے ایک دو دفعہ کہہ کر خاموش ہو گئے تھے ہرگز نہیں نمک تیز ہونے پر تو آپ سر توڑنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور ایسی بری طرح خفگی کا اظہار کرتے ہیں کہ بی بی سمجھ جاتی ہے کہ میاں ناراض ہیں اسی لئے وہ بہت جلد نمک کی اصلاح کا اہتمام کرتی ہے۔صاحبو! نماز کے لئے آپ نے اس طرح کبھی نہیں کہا کہ بیوی سمجھ جائے کہ میاں بہت ناراض ہو گئے ہیں۔اگر یہاں بھی ایسی ہی خفگی کا اظہار ہوتا تو وہ بھی اس کا ضرور اہتمام کرتی۔اور اگر ایک دفعہ کے کہنے سے نہ پڑھتی تو دوسرے وقت خفا ہوتے پھر نہ پڑھتی تو تیسرے وقت پھر کہتے اور جب تک وہ نماز نہ پڑھتی برابر کہتے رہتے اور مختلف طریقوں سے اپنی خفگی کا اظہار کرتے مثلاً پاس لیٹنا ترک کر دیتے یا اس کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا نہ کھاتے جیسا کہ نمک کی تیزی پر ایک بار خفا ہونے سے اثر ہوا تو آپ خاموش نہیں ہو جاتے بلکہ برابر کہتے رہتے ہیں اور وہاں کبھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ اتنی دفعہ تو کہہ دیا ہے اب بھی وہ نہیں مانتی تو میں کیا کروں بس خاموش ہو جاؤں۔صاحبو! انصاف سے بتلائیے کہ

---

(۱) اس فریضہ سے عہدہ برآ ہو گئے۔

ہم نے کبھی کھانے پینے کے باب میں بھی اپنے جی کو اس طرح سمجھا لیا ہے جیسا نماز کے باب میں سمجھا لیا جاتا ہے؟ ہرگز نہیں! تو یہ سراسر کوتاہی ہے۔ اگر آپ بی بی کو نمازی بنانا چاہیں تو کچھ دشوار بات نہیں۔ کیونکہ عورت حاکم نہیں بلکہ محکوم ہے چنانچہ اپنی اغراض کیلئے ان پر حکومت بھی کی جاتی ہے مگر دین کے لئے اس حکومت سے ذرا کام نہیں لیا جاتا۔ ایک تو یہ کوتاہی ہے۔

مردوں کے ذمہ عورتوں کے دنیاوی حقوق

دوسری کوتاہی یہ ہے کہ ان کے دنیوی حقوق کو بھی پوری طرح اپنے ذمہ نہیں سمجھتے۔ بس دنیوی حقوق میں ان ہی باتوں کو اپنے ذمہ سمجھتے ہیں جو عرفاً مردوں کے ذمہ سمجھی جاتی ہیں۔ اور جو حقوق معاشرت کے شریعت نے ہم پر واجب کر دیئے ہیں ان کو عموماً مرد اپنے ذمہ نہیں سمجھتے۔ مثلاً بعض گھروں میں دیکھا ہے کہ مرد بیوی سے بالکل لاپرواہ رہتے ہیں۔ سال بھر باہر بیٹھک میں سوتے ہیں گھر میں نہیں سوتے۔ اب یا تو کہیں اور تعلق پیدا ہو گیا ہے یا ویسے ہی باہر سوتے ہیں اور بیوی کے اس حق سے غافل ہیں حالانکہ رات کو اس کے پاس سونا بھی شرعاً اس کا حق ہے۔ بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ مرد عورت سے بولتے ہی نہیں۔ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو بزرگ کہلاتے ہیں یا کسی بزرگ کے مرید ہیں۔ نماز روزہ اور ذکر شغل کے پابند ہیں۔ اپنے نزدیک جنت خرید رہے ہیں مگر بیوی کے حقوق سے غفلت۔ یاد رکھو بیوی کا بھی حق کہ ایک وقت میں اس سے بات چیت بھی کی جائے

اور اس کی تکلیف و راحت کی باتیں سنیں جائیں اور دلجوئی(۱) کی باتوں سے اس کو خوش کیا جائے مگر اس حق سے دنیادار اور دیندار سب ہی غافل ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو اپنے ذمہ سمجھتے ہی نہیں بس کھانا کپڑا ہی اپنے ذمہ سمجھ لیا جاتا ہے۔

عورتوں کے باب میں مردوں کی غلط فہمی

بعض جگہ دیکھا جاتا ہے کہ بات بات میں عورتوں کی خطائیں نکالی جاتی ہیں اور ان کی وجہ سے بات چیت ترک کر دی جاتی ہے یا گھر میں سونا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اور وہ دو قسم کی خطائیں ہیں بعض تو اختیاری ہیں، جن میں عورتوں کے اختیار کو دخل ہے مگر وہ اس درجہ کی نہیں ہوتیں کہ ان پر اتنی بڑی سزا دی جائے۔ چنانچہ عورتوں کی ایک خطا بیان کی جاتی ہے کہ وہ گفتگو میں مرد کے آگے لچتی(۲) نہیں ہیں۔ اور برابر جواب دیئے چلی جاتی ہیں حالانکہ وہ محکوم ہیں۔ ان کو محکوم بن کر رہنا چاہئے۔ سو میں کہتا ہوں کہ عورت بے شک محکوم ہے لیکن وہ ایسی محکوم نہیں ہے جیسے ماما(۳) یا لونڈی محکوم ہوتی ہے بلکہ اس کو مرد کے ساتھ دوستی کا تعلق بھی ہے اور اس تعلق کا خاصہ ہے کہ اس میں ایک قسم کا ناز بھی ہوتا ہے۔ اس تعلق کے ساتھ مرد کا عورت پر وہ رعب نہیں ہو سکتا جو نوکروں پر ہوا کرتا ہے۔ مرد چاہتے ہیں کہ بیوی پر بھی اسی طرح رعب جمائیں جس طرح نوکر پر جمایا کرتے ہیں یہ نہایت سنگدلی ہے۔

---

(۱) دل لبھانے والی باتوں سے اس کو خوش کرنا (۲) دبتی نہیں (۳) گھر کی ملازمہ یا زرخرید باندی۔ آجکل باندیاں نہیں ہوتیں بعض لوگ گھر کی ملازمہ کو باندی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے۔ اس کیلئے پورے شرعی قوانین ہیں جو فقہ کی کتب میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

بیوی بہترین دوست ہے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے اس تعلق کی حقیقت کو سمجھا نہیں۔ (بھلا غور تو کیجئے کہ کیا آپ اپنے دوستوں پر ویسا رعب جما سکتے ہیں جیسا نوکروں پر جمایا جاتا ہے۔ ہرگز نہیں، اور اگر آپ ایسا کرنے لگیں تو سارے احباب آپ کو چھوڑ کر الگ ہو جائیں۔ دوستوں کے ساتھ نوکروں کا سا برتاؤ کوئی عاقل نہیں کر سکتا۔ پھر حیرت ہے کہ آپ بیوی کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا چاہتے ہیں جس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی دوست نہیں ہو سکتا۔ تجربہ ہے کہ زمانہ افلاس ومصیبت(۱) میں سب احباب(۲) الگ ہو جاتے ہیں اور ماں باپ تک انسان کو چھوڑ دیتے ہیں مگر بیوی ہر حالت میں مرد کا ساتھ دیتی ہے۔ اسی طرح بیماری میں جیسی راحت بیوی سے پہنچتی ہے کسی دوست سے بلکہ ماں باپ سے بھی نہیں پہنچتی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بیوی کے برابر دنیا میں مرد کا کوئی دوست نہیں پھر کیا یہ ستم نہیں ہے کہ مرد ان کو نوکروں کے برابر کرنا چاہتے ہیں اور اگر وہ کسی وقت گفتگو میں اپنے اس تعلق کی بنا پر بطور ناز کے برابری کرنے لگیں تو اس پر یہ سزا دی جاتی ہے کہ بولنا چالنا پاس بیٹھنا اٹھنا بند کر دیا جاتا ہے۔۱۲ جامع۔)

حضور ﷺ کا اپنی ازواج کے ساتھ تعلق

صاحبو! یہ وہ تعلق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بعض دفعہ ازواجِ مطہرات ؓ ناز میں آکر برابر کے دوستوں کا سا برتاؤ کرتی تھیں۔ حالانکہ حضور ﷺ کے

(۱) غربت اور پریشانی کے وقت (۲) دوست۔

برابر کون ہوگا؟ حضور ﷺ ہر کمال میں بے نظیر تھے۔ کوئی آپ ؐ کے برابر نہ تھا۔ نیز اس کے ساتھ آپ ؐ صاحبِ سلطنت بھی تھے۔ رعبِ سلطنت بھی آپ ؐ میں بہت زیادہ تھا (چنانچہ حدیث میں ہے کہ مہینہ بھر کی مسافت تک آپ کے رعب کا اثر پہنچتا تھا کہ سلاطین آپ ؐ کا نام سن کر کانپتے تھے۔۱۲ جامع) مگر بایں ہمہ(۱) بیبیوں پر آپ ؐ نے کبھی رعب نہیں ڈالا بلکہ ان کے ساتھ آپ ؐ کا ایسا برتاؤ تھا جس میں حکومت اور دوستی کے دونوں پہلو ملحوظ ہوتے تھے تعلق حکومت کا تو یہ اثر تھا کہ ازواجِ مطہرات حضور ﷺ کی مخالفت کبھی نہ کرتی تھیں۔

آپ ؐ کی تعظیم وآداب اس درجہ کرتی تھیں کہ دنیا میں کسی کی عظمت بھی ان کے دل میں حضور ﷺ کے برابر نہ تھی۔ اور تعلق دوستی کا یہ اثر تھا کہ بعض دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ؐ پر ناز کرتیں مگر کبھی آپ کو ناگوار نہ ہوتا۔

حضرت عائشہ ؓ کا اندازِ ناز

مثلاً جس وقت قصہِ اِفک ہوا اور منافقین نے حضرت صدیقہ ؓ پر بہتان باندھا تو اول حضور ﷺ بہت دلگیر رہے حتیٰ کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے جبکہ وہ اپنے باپ کے گھر پر تھیں یہ فرمایا کہ "اے عائشہ ؓ! اگر تم بری ہو تو حق تعالیٰ تمہاری برأت ظاہر کر دیں گے۔ اور اگر تم سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو حق تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرلو"۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بات سے بہت رنج ہوا۔ (کیونکہ اس سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا تھا کہ حضور ﷺ کو بھی نعوذ باللہ ان کی نسبت کچھ

(۱) مگر اس سب کے باوجود۔

احتمال ہے۱۲) تو انھوں نے عرض کیا کہ میں نہیں جانتی کہ اس بات کا کیا جواب دوں اگر میں یہ کہوں گی کہ میں بالکل بریٰ(۱) ہوں اور خدا جانتا ہے کہ میں بالکل بریٰ ہوں تو اس کو آپ لوگوں کے دل قبول نہ کریں گے، اور اگر میں یہ کہہ دوں کہ ہاں مجھ سے غلطی ہوئی ہے اور خدا جانتا ہے کہ میں اس سے بریٰ ہوں تو آپ فوراً تسلیم کر لیں گے پس اس وقت میں وہی بات کہتی ہوں جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمائی تھی۔

فصبر جمیل واللہ المستعان علیٰ ما تصفون (۲)(سو صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا۔ اور جو باتیں تم بناتے ہو ان میں اللہ ہی مدد کرے گا) یہ کہہ کر حضرت عائشہ صدیقہؓ فرطِ غم (۳) سے بستر پر لیٹ گئیں اور رونے لگیں تو اسی وقت رسول اللہ ﷺ پر نزول وحی کے آثار نمایاں ہوئے اور مکان میں سناٹا ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد جب وحی ختم ہو چکی تو پہلی بات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلی وہ یہ تھی أبشریٰ یا عائشة فقد برأكَ الله یعنی اے عائشہ خوشخبری سن لو کہ حق تعالیٰ نے تمہاری برأت(۴) ظاہر کر دی۔ پھر آپ نے وہ آیات پڑھ کر سنائیں جو اس وقت نازل ہوئیں تھیں تو اس بات کو سنتے ہی سب کو ایسی خوشی ہوئی کہ سارے گھر میں ہر شخص کا چہرہ خوشی سے کِھل گیا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہؓ نے فرمایا قومی یا عائشه الیه وقبلی (اے الیٰ وجه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی اے عائشہ اٹھو یعنی حضور کو سلام کرو

---

(۱) بالکل پاک صاف ہوں (۲) سورۃ یوسف آیت ۱۸ (۳) شدت غم کی وجہ سے (۴) تمہارا بے قصور ہونا ظاہر کر دیا۔

تو حضرت عائشہ نے فرمایا واللہ لَا أَقُومُ اِلَیْهِ وَ اِنِّی لَا أَحمَدُ اِلَّا اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ بخدا میں آپ کے پاس اٹھ کر نہ جاؤں گی اور میں اپنے خدا کے سوا کسی کی حمد نہیں کرتی کیونکہ آپ نے تو مجھے آلودہ(۱) ہی سمجھ لیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے مجھے بری کیا۔

اب مردوں کو سمجھنا چاہئے کہ حضرت عائشہؓ کی یہ بات کس بنا پر تھی۔ اس کا منشاء وہی ناز تھا جو بی بی کو تعلق دوستی کی وجہ سے شوہر پر ہوتا ہے اور شریعت نے عورتوں کی اس قسم کی باتوں پر جو وہ ناز میں کہہ ڈالیں کوئی مواخذہ نہیں کیا۔ اگر عورت کو ناز کا حق نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہؓ کو اس بات پر ضرور تنبیہ فرماتے کیونکہ ظاہر میں تو یہ کلمہ نہایت سخت تھا اور یہ احتمال تو ہو ہی نہیں سکتا کہ حضور ﷺ احکام شرعیہ میں کسی کی رعایت فرمائیں۔

احکام شرعیہ میں حضور ﷺ کسی کی رعایت نہیں فرماتے

چنانچہ ایک مرتبہ ایک عورت نے چوری کی تھی جن کا نام فاطمہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم شرعی کے موافق ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ لوگوں نے سفارش کرنا چاہی اور حضرت اسامہؓ بن زید بن حارثہ کو سفارش کیلئے تجویز کیا کیونکہ وہ حضور ﷺ کے محبوب اور محبوب زادے تھے چنانچہ بھولے بھالے سفارش کرنے بیٹھ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت برہم(۲) ہوئے اور فرمایا کہ حدود میں (۳) سفارش کرنا پہلی امتوں کو ہلاکت میں ڈال چکا ہے۔ اس کے بعد ایسی بات فرمائی کہ ہم تو اس کو نقل

---

(۱) ملوث (۲) ناراض ہوئے (۳) شریعت نے جرموں کی جو سزائیں مقرر کی ہیں ان میں سفارش کرنا۔

بھی نہیں کر سکتے ہیں مگر حضور ﷺ کا ارشاد سمجھ کر نقل کرتے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ ”واللہ اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) بھی ہوتی (نعوذ باللہ، نعوذ باللہ، نعوذ باللہ) تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالتا“ (پھر فاطمہ مخزومیہ تو کیا چیز ہیں چنانچہ ان کا ہاتھ کاٹا گیا، کذا فی ابوداؤد ص۲۵۴ ج۲)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ احکام شرعیہ میں کسی کی رعایت نہیں کرتے تھے اور نہ کر سکتے تھے۔تو اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول خلاف شریعت ہوتا تو آپؐ ان کی ہرگز رعایت نہ فرماتے اور ضرور تنبیہ فرماتے۔

حضرت فاطمہؓ سے حضورؐ کی محبت

یہ بات بیشک ہے کہ حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ ﷺ کو محبت تھی مگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ایسی خصوصیتیں ہیں کہ ان میں ان کا کوئی شریک نہ تھا۔ اور برتاؤ میں ان خصوصیتوں کا زیادہ ظہور ہوتا تھا۔چنانچہ جب حضورؐ کہیں سفر میں جاتے تھے تو سب سے اخیر میں حضرت فاطمہؓ سے ملتے تھے اور واپسی میں سب سے پہلے ان سے ملتے تھے۔تاکہ جدائی کا زمانہ کم ہو۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو حضرت فاطمہؓ سے کتنی محبت تھی۔نیز جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے پاس تشریف لاتیں تو حضور ﷺ غایتِ محبت سے ان کیلئے کھڑے ہو جاتے تھے تو ان کی محبت کے ساتھ جب حضورؐ کا احکام شرعیہ میں حضرت فاطمہؓ کی بھی رعایت نہ کر سکتے تھے تو حضرت عائشہؓ کی کیا رعایت فرماتے۔پس ثابت ہوا

کہ ان کا یہ کہنا کہ میں حضور کی طرف اٹھ کر نہیں جاتی اور اپنے خدا کے سوا کسی کا شکریہ ادا نہیں کرتی خدا اور رسولؐ کے خلاف نہ تھا۔بی بی کا شوہر سے وہ تعلق ہے جس میں اتنی بڑی بات کو خدا اور رسولؐ نے گوارا کر لیا۔ورنہ یا تو حضور ﷺ گرفت فرماتے یا اس پر کوئی آیت تو ضرور ہی نازل ہوتی۔

اپنے اہلِ خانہ کے بارے میں حضور ﷺ کا مذاق

چنانچہ ایک مرتبہ ازواج مطہراتؓ نے حضور ﷺ سے خرچ زیادہ مانگا تو اس پر آیت نازل ہوئی حالانکہ ظاہر میں ان کی درخواست کی وجہ معقول(۱) بھی تھی کیونکہ اس وقت حضور ﷺ کو فتوحات بہت زیادہ ہونے لگیں تھیں اور سب مسلمان فتوحات کی وجہ سے مالدار ہونے لگے تھے۔مگر حضور ﷺ نے اس پر بھی اپنی ذات خاص اور اپنے گھر والوں کے لئے دنیوی وسعت(۲) کو گوارا نہ کیا تو ازواج مطہراتؓ نے اس موقعہ پر زیادہ خرچ کی درخواست کی تنگی کے وقت میں انھوں نے ایسی درخواست کبھی نہیں کی حتیٰ کہ تنگی کے زمانہ میں بعض وقت پانی بھی گھر میں نہ ہوا تو حضور ﷺ سے کچھ شکایت نہیں کی ہاں جب فتوحات سے سب مسلمان مالدار ہونے لگے اور تنگی رفع ہوگئی اس وقت انھوں نے بھی اپنے لئے وسعت چاہی۔مگر یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مذاق(۳) کے خلاف تھی۔آپؐ بیبیوں کے لئے تو وسعت کو کیا پسند کرتے اپنی بیٹی کیلئے بھی اس کو گوارا نہیں کیا۔

---

(۱) زیادہ خرچ مانگنے کی وجہ سمجھ میں بھی آتی ہے کہ مالِ غنیمت کے آنے کی وجہ سے وسعت ہو چکی تھی اس لئے ایسے وقت میں خرچ کے اضافہ کی درخواست کچھ نازیبا نہیں تھی (۲) کشادگی (۳) مزاج

چنانچہ ایک مرتبہ کسی جہاد میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بہت سے باندی غلام قید (۱) ہو کر آئے۔اور آپؐ مسلمانوں میں ان کو تقسیم فرمانے لگے۔تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ تم چکی پینے اور پانی بھرنے میں بہت تکلیف اٹھاتی ہو اور اس وقت حضور ﷺ کے پاس باندی غلام بہت سے آئے ہوئے ہیں جن کو آپؐ لوگوں میں تقسیم فرما رہے ہیں۔اگر تم بھی حضورؐ سے ایک باندی یا غلام مانگ لو تو اس محنت سے تم کو راحت ہو جائے گی۔ چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہؓ کے گھر میں تشریف لے گئیں اس وقت حضور ﷺ گھر میں نہ تھے۔انھوں نے حضرت عائشہ سے اپنی درخواست کا مضمون بیان کر دیا کہ حضور ﷺ تشریف لائیں تو میری طرف سے یہ عرض کر دی جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب آپؐ گھر میں تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے حضورؐ سے عرض کر دیا۔کہ صاحب زادی صاحبہ اس مقصد کیلئے تشریف لائیں تھیں۔آپؐ اسی وقت حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا اے فاطمہ تم غلام اور باندی چاہتی ہو یا میں اس سے بھی اچھی چیز تم کو بتلاؤں انھوں نے عرض کیا جو چیز اس سے بھی اچھی ہو وہی بتلا دیجئے۔آپؐ نے فرمایا کہ لیٹنے کے وقت ۳۳ بار سبحان اللہ اور ۳۳ بار

(۲) شرعی جہاد میں جو قیدی گرفتار ہو کر آتے وہ مال غنیمت کی طرح مسلمانوں پر تقسیم کئے جاتے انہیں غلام اور باندیاں کہا جاتا ہے۔اور یہ شریعت کا ایک عظیم باب ہے جس کے بہت سے فوائد ہیں یہ زمانہ جاہلیت کے غلام اور باندیاں نہیں تھیں ان کے بہت سے حقوق ان کے مالکان کے ذمہ لگائے گئے ہیں۔تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے غلام حکمران بھی بنے۔آج کل جو بہت سے ناواقف مردوں اور عورتوں کی خریداری کرتے ہیں وہ غلط ہے۔

الحمدللہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو، یہ تمہارے لئے لونڈی غلام سے زیادہ بہتر ہے۔ وہ ایسی لائق صاحبزادی تھیں کہ اسی پر خوش ہو گئیں اور اخروی راحت کو دنیاوی راحت پر ترجیح دی۔ جب حضورؐ اپنی اولاد کیلئے بھی باندی غلام رکھنا پسند نہ فرماتے تھے تو بیبیوں کے لئے ان باتوں کو کیسے پسند فرماتے، آپ تو ہمیشہ یہ دعا فرماتے تھے۔"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قوتاً" یعنی اے اللہ محمد (ﷺ) کے گھر والوں کا رزق بقدر قوت کر دیجئے۔جس سے زندگی قائم رہ سکے۔

حضرت عائشہ کا محبوبانہ جواب

غرض مال کا زیادہ ہونا آپ کے مذاق کے خلاف تھا۔اس لئے ازواج کی اس فرمائش سے آپ تنگ دل ہوئے۔تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

"یَآاَیُّھَاالنَّبی قُل لِاَزْوَاجِکَ ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحاً جمیلا ☆ و ان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار الاخرۃ فان اللہ اعدَّ للمحسِنٰتِ منکنَّ اجراً عظیمًا (۱)☆ " یعنی ازواج مطہرات سے فرما دیجئے کہ اگر تم دنیا چاہتی ہو تو اس صورت میں تم میرے پاس نہیں رہ سکتیں۔آؤ میں تم کو متاع دنیا دے کر خوبی کے ساتھ رخصت کر دوں۔اور اگر اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آخرت کی طالب ہو تو پھر صبر و شکر کے ساتھ اس تنگی کی حالت میں گذر کرو۔اور نیک اعمال کی سعی کرتی رہو۔اللہ تعالیٰ نے تمہارے میں سے نیک کام کرنے والوں کیلئے بڑا اجر تیار کر رکھا

(۱) سورۃ الاحزاب آیت ۳۸۔۳۹

ہے۔

جب حضور ﷺ پر یہ آیات نازل ہوئیں تو آپؐ سب سے اول حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور چونکہ حضرت عائشہ نوعمر (۱) تھیں کیونکہ نو برس (۲) کی عمر میں وہ آپ کے پاس آئی تھیں اور آپ کی وفات کے وقت ان کی عمر کل اٹھارہ سال تھی تو آپؐ نے یہ خیال کیا کہ اس عمر میں سمجھ کم ہوتی ہے ایسا نہ ہو کہ ان کے منہ سے یہ نکل جائے کہ ہم تو دنیا چاہتے ہیں۔اس لئے آپؐ نے آیات سنانے سے پہلے یوں فرمایا کہ اے عائشہؓ میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں مگر اس کے جواب میں جلدی نہ کرنا بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کر کے جواب دینا۔(کیونکہ آپؐ خوب جانتے تھے کہ ان کے والدین حضورؐ سے علیحدگی کی رائے کبھی نہیں دے سکتے)اس کے بعد آپؐ نے یہ آیات ان کو سنائیں۔حضرت عائشہ کو یہ سن کر جوش ہوا اور عرض کیا افی ھذا استامر ابوی کیا میں اس بات کے لئے اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں گی۔میں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کو اور آخرت کو اختیار کیا ہے حضور ﷺ ان کے اس جواب سے بہت مسرور (۳) ہوئے۔تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کسی اور بی بی سے یہ نہ کہئے گا کہ عائشہ نے کیا جواب دیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھ سے کسی نے پوچھا تو میں چھپاؤں گا نہیں۔

عورت کو شوہر پر ناز کا حق ہے

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ازواج مطہراتؓ کو زیادہ

(۱) کم عمر (۲) سال (۳) بہت خوش ہوئے

خرچ مانگنے سے تو منع فرمایا ہے اور اس ناز کی بات سے منع نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ ناز کرنے میں اتنی بھی برائی نہ تھی جتنی خرچ مانگنے میں تھی مگر آجکل الٹی بات ہے کہ زیادہ خرچ مانگنے کو تو برا نہیں سمجھا جاتا جو کسی درجہ میں مذموم (۱) بھی ہے اور بی بی کے ناز اور بے تکلفی کو برا سمجھتے ہیں جو ذرا بھی بری بات نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے مذاق فاسد (۲) ہیں ہمارے نفوس کی اصلاح نہیں ہوئی ہمارے اندر مرض ہے جس کی وجہ سے ہر بات الٹی ہے کہ جو چیز ناگوار ہونی چاہئے وہ تو گوارا ہے اور جو گوارا ہونی چاہئے تھی وہ ناگوار ہے۔جیسے صفراوی المزاج (۳) کو مٹھائی کڑوی معلوم ہوتی ہے تو کیا وہ مٹھائی حقیقت میں کڑوی ہوتی ہے ہرگز نہیں۔بلکہ صفراویت کی وجہ سے اس کا مذاق بگڑ رہا ہے،اسی طرح ہمارا باطنی مذاق بگڑ رہا ہے (۴)۔اسی کا یہ اثر ہے کہ زیادہ خرچ مانگنے کو تو عورت کیلئے گوارا کر لیتے ہیں اور بے تکلفی اور ناز کی باتوں کو اس کیلئے گوارا نہیں کرتے۔اور اسی وجہ سے حضورؐ کا اپنی بیبیوں کے ساتھ برتاؤ سن کر ہم کو تعجب ہوتا ہے، یہ ہے ہی ہماری غلطی جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم عورتوں کے دینی حقوق کو تو اپنے ذمہ سمجھتے ہی نہیں۔ادا تو کیا ہی کرتے اور دنیوی حقوق کو اپنے ذمہ کچھ سمجھتے تو ہیں مگر ان کو پوری طرح ادا نہیں کرتے۔چنانچہ ایک حق دنیوی یہ بھی ہے کہ ان کی بے تکلفی اور

(۱) برا بھی ہے (۲) مزاج خراب ہے (۳) انسان کے جسم میں جو اخلاط اربعہ ہیں ان میں ایک خلط صفراء ہے جس کی زیادتی سے منہ کا ذائقہ کڑوا ہو جاتا ہے۔اگر کوئی میٹھی چیز بھی کھائے گا تو اس کے مزاج کی خرابی کی وجہ سے وہ اس کو کڑوی معلوم ہوگی (۴) صفراویت کے غلبہ کی وجہ سے اسکی طبیعت خراب ہے۔

ناز کو گوارا کریں اور ان کی بے تمیزی کو بھی گوارا کریں۔ان حقوق کو مردوں نے عموماً نظر انداز کر دیا ہے۔بس یوں چاہتے ہیں کہ عورتیں باندیوں کی طرح محکوم اور تابع ہو کر رہا کریں اور کبھی ہماری بات کا الٹ جواب نہ دیا کریں۔اور جو کسی نے ایسا کیا تو اس سے بولنا چالنا، پاس بیٹھنا، لیٹنا سب موقوف کر دیتے ہیں۔یہ بہت بیجا حرکت ہے(۱)۔

عورتوں کی چند خوبیاں

نیز بعض مرد یوں بھی چاہتے ہیں کہ عورتیں ہماری طرح تمیز دار اور سلیقہ شعار ہو کر رہیں۔اسی لئے جب کسی عورت سے کوئی بات بے تمیزی کی ہو جاتی ہے تو اس پر سخت سزا دی جاتی ہے۔حالانکہ عورتوں کا ایک حق یہ بھی ہے کہ ان کی بے تمیزی کو گوارا کیا جائے۔حدیث میں ہے کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے اس لئے اس کے اخلاق میں کجی ہے(۲) اگر اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو ٹوٹ جائے گی پس اس سے نفع اٹھانا ہو تو کجی کے ساتھ ہی اٹھاتے رہو۔دوسرے کچھ عورتوں کے زیادہ مناسب حال یہی ہے کہ وہ تھوڑی سی بے تمیز بھی ہوں کیونکہ اکثر بے تمیز وہی ہوتی ہے جو سیدھی سادھی ہوتی ہیں۔اور ایسی عورتیں نہایت عفیف(۳) اور تابعدار ہوتی ہیں اور جو بہت سلیقہ دار ہیں وہ اکثر نہایت چالاک ہوتی ہیں۔اگرچہ بعض ایسی بھی ہیں کہ سلیقہ دار ہونے کے ساتھ ساتھ خاوند کی مطیع(۴) اور فرمانبردار ہوتی ہیں مگر ایسی

(۱) یہ انتہائی بے ہودہ حرکت ہے (۲) ٹیڑھا پن ہے (۳) پاکدامن (۴) فرمانبردار اور اطاعت گزار۔

بہت کم ہیں۔زیادہ تو یہی دیکھا گیا ہے کہ سلیقہ دار عورتیں تابع اور فرمانبردار نہیں ہوتیں نیز ان میں عفت وحیا(۱) بھی کم ہوتی ہے اور جو سیدھی سادھی ہیں وہ مردوں کی بہت تابعدار اور جان نثار ہوتی ہیں۔بعض عورتوں کو یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ وہ خود بیمار ہیں۔اٹھنے کی بھی طاقت نہیں، مگر اسی حالت میں اگر کہیں خاوند بیمار ہو گیا تو وہ اپنی بیماری کو بھی بھول جاتی ہیں اور خاوند کی خدمت کے لئے کھڑی ہو جاتی ہیں۔اب ان کو کسی پہلو قرار نہیں آتا(۲) نہ آرام ہے نہ چین ہر وقت خاوند کی تیمارداری میں مشغول ہوتی ہیں۔اور یہ تو روزمرہ کی بات ہے کہ عورتیں خود کھانا اخیر میں کھاتی ہیں اور سب سے پہلے مردوں کو کھلاتی ہیں۔اور بعض دفعہ اخیر میں کوئی مہمان آجائے تو خود بھوکی رہیں گی اور مہمان کے سامنے اپنے سے پہلے کھانا بھیج دیں گی۔اگر اس کے کھانے کے بعد کچھ بچ گیا تو خود بھی کھا لیا ورنہ فاقہ کر لیا۔اگر کبھی خاوند آدھی رات کو سفر سے واپس آگیا تو اسی وقت اپنا چین وآرام چھوڑ کر اس کیلئے کھانا پکائیں گی اور اس کی خدمت میں لگ جائیں گی تو اس قسم کی عورتیں جو خاوند پر مرتیں اکثر وہی ہیں جو تھوڑی سی بے تمیز بھی ہوتی ہیں۔سلیقہ داروں میں یہ باتیں نہیں ہوتیں۔

عورتوں کا کمال

اور اسی وجہ سے میری رائے ہے کہ عورتوں کو دنیوی تعلیم مختصر سی ہونی چاہئے، ہاں دین کی تعلیم کافی ہونی چاہئے۔میں نے کانپور میں ایک شخص کو دیکھا کہ

(۱) پاکدامنی اور شرم (۲) کسی طرح چین نہیں آتا۔

اپنی عورت کو جغرافیہ پڑھاتا تھا، میں نے کہا کہ جغرافیہ کی عورت کو کیا ضرورت! کیا بھاگنے کیلئے پڑھاتے ہو۔ کیونکہ جب اس کو سب راستے بتلا دیئے اور مختلف شہروں کے عجائبات معلوم ہو گئے تو اب وہ گھر کی چار دیواری میں کیونکر رہے گی۔ عورت کا تو کمال یہی ہے کہ اس کو اپنے گھر کے سوا کسی جگہ کا راستہ معلوم نہ ہو اور نہ کسی شہر کی اس کو خبر ہو۔ اس جہالت ہی سے وہ گھر میں قید رہ سکتی ہے، کیونکہ اس حالت میں وہ بھاگنا بھی چاہے تو کیونکر بھاگے کہ اس کو یہ خبر ہی نہیں کہ ریل میں کس طرح بیٹھا کرتے ہیں، ٹکٹ کہاں سے ملتا ہے اور اسٹیشن کس طرف کو ہے۔ اور جغرافیہ پڑھ کر تو وہ دنیا سے باخبر ہو جائے گی اور جہاں چاہے گی آسانی سے چلی جائے گی۔ واقعی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ عورتوں کو جغرافیہ پڑھانے میں کیا مصلحت ہے بجز اس کے کہ ان کو بھاگنے کا راستہ بتلانا ہے اسلئے نو تعلیم یافتہ طبقہ میں جو لوگ عاقل ہیں وہ عورتوں کو اس قسم کے علوم نہیں پڑھاتے۔

عورتوں کے لئے پسندیدہ طریقہ تعلیم

ریل میں ایک سارجنٹ عربی دان(۱) مجھ سے ملے تھے، کہنے لگے کہ میں لڑکوں کو تو فلسفہ اور جغرافیہ بھی پڑھاتا ہوں مگر لڑکیوں کو محض دینیات کی کتابیں پڑھاتا ہوں، دینیات کے سوا کچھ نہیں پڑھاتا کیونکہ دنیوی تعلیم سے ان کے اخلاق پر برا اثر پڑتا ہے۔ واقعی یہ صحیح رائے ہے۔ بس عورتوں کو دین تو پڑھائیں مگر جغرافیہ اور فلسفہ ہرگز نہ پڑھائیں۔ باقی اخبار ناول پڑھانا تو عورت کے لئے زہرِ قاتل ہے یہ نہایت

(۱) ایک جدید تعلیم یافتہ جو عربی بھی جانتے تھے۔

سخت مضر ہے(۱)۔ اس سے بعض دفعہ عورتوں کی آبرو برباد(۲) ہو جاتی ہے۔ اسی طرح مستورات کو باہر پھرنے والی عورتوں سے بھی بہت بچانا چاہئے۔ خصوصاً شہروں میں جو یہ رواج ہے کہ لڑکیوں کو گھر پر آکر میمیں پڑھاتی ہیں اس کو سختی سے بند کرنا چاہئے، میں کانپور میں سنا کرتا تھا کہ آج فلاں عورت بھاگ گئی اور کل فلاں کی بیٹی بھاگ گئی اور یہ صرف اسی کا نتیجہ ہے کہ عورتوں کو پڑھانے کے لئے میم گھر پر آتی ہے تو یہ ہرگز نہیں ہونی چاہئے۔ اسی طرح شرفاء نے کبھی اس کو بھی پسند نہیں کیا کہ لڑکیوں کیلئے زنانہ مدرسہ ہو۔ قصبات میں لڑکیاں عموماً لکھی پڑھی ہوتی ہیں مگر سب اپنے اپنے گھروں پر تعلیم پاتی ہیں، مدرسہ میں کسی نے تعلیم نہیں پائی۔ گھروں پر تعلیم پانے سے لڑکیوں کا کسی طرح نقصان نہیں ہوتا کیونکہ پڑھانے والی بھی نیک اور پردہ نشین ہوتی ہے اور لڑکیاں بھی پردہ ہی میں رہ کر تعلیم حاصل کرتی ہیں۔

جدید طرزِ تعلیم کے نقصانات

باقی یہ جو آجکل زنانہ اسکول ہوئے ہیں، تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ یہ بہت ہی مضر ہیں(۳)۔ رہا یہ کہ کیوں مضر ہیں، چنانچہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب اسکول میں پردہ کا پورا اہتمام کیا جاتا ہے اور پردہ کے ساتھ لڑکیوں کو بند گاڑیوں میں پہنچایا جاتا ہے تو پھر ان کے مضر ہونے کی کیا وجہ ہے۔ تو ہمیں اس کی علت کی خبر نہیں۔ مگر تجربہ یہی ہے کہ اسکولوں کی تعلیم عورتوں کو بہت ہی مضر ہے اس سے ان میں آزادی اور بے حیائی اور پردہ سے نفرت کا مضمون پیدا ہو جاتا ہے۔ غرض عورتوں کو دین کی

(۱) نقصان دہ ہے (۲) عزت خاک میں مل جاتی ہے۔ (۳) نقصان دہ ہے

تعلیم دینی چاہئے اتنی تعلیم تو ضروری ہے اس سے زیادہ مضر ہے۔اب تو یہاں تک نوبت آگئی ہے کہ اخباروں میں عورتوں کے اشعار چھپتے ہیں اور اخیر میں ان کا نام یا فلاں کی بیٹی اور فلاں کی بیوی بھی چھپتا ہے۔میں نے یہاں تک دیکھا ہے کہ ایک شخص میرے سامنے بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا اس میں ایک عورت کا پورا پتہ لکھا ہوا تھا کہ فلاں کی بیٹی فلاں شہر فلاں محلے کی رہنے والی۔وہ کہنے لگے کہ عورتوں کے نام اس طرح اخباروں میں چھاپنا گویا ان کو سر بازار بٹھانا ہے تو واقعی یہ سچ ہے۔اس طرح تو گویا ظاہر کردیتا ہے کہ جو کوئی ہم سے ملنا چاہے اس پتہ پر چلا آئے اور اگر اس کی یہ نیت نہ بھی ہو تو بدمعاشوں کو پتہ معلوم ہوجانے سے سہولت ہوجائے گی۔صاحبو! عورتوں کو اس طرح رکھنا چاہئے کہ محلہ والوں کو بھی خبر نہ ہو کہ اس گھر میں کتنی عورتیں ہیں اور ہیں بھی یا نہیں۔اسی میں آبرو(۱) کی خیر ہے۔

پردے کے اہتمام سے حیاء پیدا ہوتی ہے

ہمارے قصبات میں یہ حالت ہے کہ جب بعض لڑکیوں کی شادی ہوئی تو بستی والوں کو تعجب ہوا کہ میاں کیا تمہارے ہاں بھی لڑکی تھی۔حیرت ہے کہ ہم کو بستی میں رہ کر بھی اس کی خبر نہ ہوئی۔عورت کیلئے یہی مناسب ہے کہ اس کی خبر اپنے گھر والوں کے سوا کسی کو بھی نہ ہو۔ہمارے یہاں ایک رسم یہ بھی ہے اور مجھے پسند ہے کہ لڑکیوں کا مردوں سے تو پردہ سے ہوتا ہی ہے۔غیر عورتوں سے بھی ان کا پردہ کرایا جاتا ہے۔چنانچہ نائن، دھوبن یا کنجڑن وغیرہ جہاں گھر میں آئی اور سیانی لڑکیاں فوراً

(۱) عزت۔

پردہ میں ہوگئیں۔اسی طریقہ سے ان میں حیاوشرم پوری طرح پیدا ہوتی ہے، بے باکی اور دیدہ چشمی نہیں ہونے پاتی(۱)۔پہلے لوگوں نے اس قسم کی بعض حکمت کی باتیں ایجاد کی تھیں، سو واقعی ان میں بڑی مصلحت ہے گو بعض فخر کی باتیں بھی ہیں ان کو مٹانا چاہئے لیکن یہ حکمت کی باتیں دستور العمل بنانے کے قابل ہیں اور جہاں ان پر عمل ہے وہاں کی لڑکیاں عموماً حیادار اور عفیف اور خاوند کی تابعدار ہوتی ہیں۔

عورتوں کا پیر کے ساتھ برتاؤ

مگر اب تو شہروں میں یہ حال ہے کہ میں نے ایک عورت کی عاشقانہ غزل پیر کی شان میں چھپی ہوئی دیکھی تھی خدا جانے وہ پیر بھی کیسے تھے کہ جنہوں نے اس کو گوارا کرلیا۔ واقعی شریعت کے چھوڑنے سے حیاء اور غیرت بھی بالکل جاتی رہتی ہے۔میں نے بعض جگہ یہ دستور دیکھا ہے کہ عورتیں پیروں سے پردہ نہیں کرتیں ان کے سامنے آجاتی ہیں اور غضب(۲) یہ کہ بعض دفعہ تنہائی میں آتی جاتی ہیں کہ کوئی محرم بھی اس جگہ نہیں ہوتا یہ کس قدر حیا سوز(۳) طریقہ ہے۔بیبیو! پیر سے فقط دین کی تعلیم حاصل کرو، اس کے سوا خدمت وغیرہ کچھ نہ کرو نہ اس کے سامنے آؤ نہ خط وکتابت کرو۔بلکہ جو کچھ بھی لکھنا پڑے اپنے مرد سے کہہ دو کہ وہ خود ہی لکھ دے۔اور اگر کبھی مجبوری کی حالت میں تم کو خود ہی لکھنا پڑے، تو اس میں اس بات کا ضرور لحاظ رکھو کہ خط لکھ کر اپنے شوہر یا بھائی یا بیٹے کو دکھلا دیا کرو اور پتے کا لفافہ مرد ہی سے لکھوایا کرو۔اس میں کوئی زیادتی نہ ہوگی اور نہ مردوں کو اس طرح خط وکتابت گراں

(۱) آزاد اور بے حیا نہیں ہوتیں (۲) افسوس (۳) حیاء مٹانے کا طریقہ

ہوگی۔اور اگر اس میں بھی ان کے دل میں گرانی دیکھو تو ہرگز خط نہ لکھو۔ بلکہ مرد ہی سے لکھوادیا کرو۔مگران باتوں کی آج کل مطلقاً پرواہ نہیں بلکہ یہاں تک بے حیائی ہے کہ ایک عورت نے پیر کی شان میں عاشقانہ غزل لکھی جس میں خدوخال اور فراق ووصال تک کا حال لکھا ہوا تھا اور وہ ایک پرچہ میں شائع ہوئی۔ پرچہ میرے پاس بھی آیا جب میں نے دیکھا تو مجھے سخت غصہ آیا اور اس پرچے کا اپنے نام پر آنا بند کردیا۔

عورتوں کی اصلاح کا طریقہ

تو صاحبو! جس کا نام سلیقہ رکھا گیا ہے وہ تو بدون ان باتوں کے آتا ہی نہیں مگر اس سلیقہ کے ساتھ عورتوں کو حیا، عفت اور اطاعت سے ہاتھ دھو لینا چاہئے اور اگر حیا، عفت اور اطاعت چاہتے ہو تو یہ جواہر تو ان ہی عورتوں میں پائے جاتے ہیں جن کو تم بدسلیقہ اور بے تمیز کہتے ہو اور قاعدہ ہے من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما جو شخص دو بلاؤں میں پھنس جائے اسے آسان صورت اختیار کرنا چاہئے۔ اب تم خود دیکھ لو کہ سلیقہ سکھا کر عورتوں کی آزادی، بے حیائی اور دریدہ چشمی (۱) پر صبر آسان ہے یا بے سلیقہ رکھ کر تھوڑی سی بے تمیزی پر صبر آسان ہے۔سو عقلاء اور شرفاء کے نزدیک تو بے تمیزی ہی پر صبر کر لینا آسان ہے۔شریف آدمی عورت کی آزادی اور دریدہ چشمی پر ہرگز صبر نہیں کرسکتا۔رہا یہ کہ عورتوں کی جہالت اور بدتمیزی سے دل تو دکھتا ہے،کلفت (۲) بہت ہوتی ہے اور دل دکھنا اچھا نہیں سو اس کا علاج یہ بھی تو ممکن ہے کہ ان کو دین کی کتابیں پڑھائی جائیں۔اس سے ان کو سلیقہ اور تمیز بھی بقدر

(۱) شوخ چشمی (۲) تکلیف۔

ضرورت آجاتی ہے بلکہ اسکول کی تعلیم پانے والیوں سے زیادہ ان میں تمیز وتہذیب آجاتی ہے۔ کیونکہ دین کی تعلیم سے اخلاق درست ہوجاتے ہیں، خدا کا خوف دل میں پیدا ہوتا ہے اور شوہر کے حقوق پر اطلاع ہوتی ہے۔ باقی یہ امید ہرگز نہ رکھو کہ وہ بالکل تم جیسی ہوجائیں کیونکہ ان میں جو خلقی کجی (۱) ہے وہ زائل نہیں ہوسکتی۔ کتے کی دم کو چاہے برسوں نلکی میں رکھو مگر جب نکالو گے ٹیڑھی ہی ہوگی۔تو مرد کو اتنا سخت مزاج نہیں ہونا چاہئے کہ عورت کی ذرا ذرا سی بے تمیزی پر غصہ کیا کرے۔سو بعض دفعہ تو یہ وجہ ہوتی ہے مرد کی سختی اور تند مزاجی کی۔ یہ تو ایسی وجوہ ہیں جن میں کچھ عورت کے اختیار کو بھی دخل نہیں۔

اولاد نہ ہونے کی وجہ سے بیوی کو طعنہ دینا درست نہیں

اور کبھی غیر اختیاری باتوں پر غصہ کیا جاتا ہے یہ تو نہایت سخت غلطی ہے۔ مثلاً بعض لوگ بیوی سے کہتے ہیں کہ کمبخت تیرے کبھی اولاد ہی نہیں ہوتی تو اس میں وہ بیچاری کیا کرے اولاد کا نہ ہونا کسی کے اختیار میں تھوڑا ہی ہے؟ بعض دفعہ بادشاہوں کے اولاد نہیں ہوتی حالانکہ وہ ہر قسم کی مقوی غذائیں اور محبل (۲) دوائیں استعمال کرتے ہیں مگر پھر بھی خاک اثر نہیں ہوتا۔ یہ تو محض خدا تعالیٰ کے قبضہ واختیار کی بات ہے اس میں عورتوں کا کیا قصور ہے۔ بعض مردوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ وہ بیوی سے اس بات پر خفا ہوجاتے ہیں کمبخت تیرے تو لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوتی ہیں۔سو اول تو اس میں اس کی خطا ہی کیا ہے؟ (بلکہ اطباء سے پوچھو تو شاید وہ اس

(۱) ان کی طبیعت میں پیدائشی ٹیڑھا پن ہے (۲) حمل قرار پکڑنے والی

میں آپ ہی کا قصور بتلائیں) دوسری یہ ناگواری کی بات بھی نہیں۔ کیونکہ

آنکس کہ تو نگرت نمی گرداند او مصلحتِ تو از تو بہتر داند

(وہ ذات جو تجھ کو مالدار نہیں بناتی وہ تیری مصلحت کو تجھ سے بہتر جانتی ہے)

حضرات! آپ کو خوب یاد ہوگا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے جس لڑکے کو قتل کیا تھا اس کے لئے اور اس کے والدین کے لئے مصلحت بھی تھی۔ مولانا فرماتے ہیں۔

آں پسر را کش خضر ببرید حلق سرّ آں را در نیابد عام خلق

(خضر علیہ السلام نے اس لڑکے کو قتل کر ڈالا تھا اس کا راز عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آسکتا)

اسی طرح خضر علیہ السلام نے کشتی میں سوار ہو کر اس کا تختہ توڑ دیا تھا۔ ظاہر میں یہ کشتی کو عیب دار کرنا تھا مگر اس میں بڑی مصلحت تھی مولانا فرماتے ہیں۔

در خضر در بحر کشتی را شکست صد درستی در شکستِ خضر ہست

(اگر خضر علیہ السلام نے دریا میں کشتی کو توڑ ڈالا تھا خضر علیہ السلام کے توڑنے میں سو درستی یعنی اس کی حفاظت تھی)

پھر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لڑکے کے قتل ہونے کے بعد حق تعالیٰ نے اس کے والدین کو ایک لڑکی دی جس کی اولاد میں انبیاء ہوئے تو بتلایئے اگر آپ کے لڑکا ہوتا اور ویسا ہی ہوتا جیسا وہ لڑکا تھا جسے خضر علیہ السلام نے مار ڈالا تھا تو آپ کیا کر لیتے؟ یہ خدا کی بڑی مصلحت ہے کہ اس نے آپ کو لڑکیاں دیں کیونکہ عموماً لڑکیاں خاندان کو بدنام نہیں کرتیں۔ اور والدین کی اطاعت بھی خوب کرتی ہیں۔ اور لڑکے تو آجکل ایسے خودسر ہوتے ہیں کہ خدا کی پناہ! ان کے ہونے سے ان کا نہ ہونا ہی بھلا ہے۔ اب آجکل خضر علیہ السلام ایسے لڑکوں کو نہیں مارتے تو اللہ میاں

تو ذبح کر سکتے ہیں اور لڑکے پیدا نہ کرنا یہ بھی ایک گونہ ذبح (۱) ہی کے مثل ہے۔

اولاد کا نہ ہونا بھی ایک نعمت ہے

اور جس کو اللہ تعالیٰ کچھ اولاد نہ دیں نہ لڑکا نہ لڑکی اس کیلئے یہی مصلحت ہے وہ بندوں کے مصالح کو ان سے زیادہ جانتے ہیں۔ دیکھئے آج ایک شخص بے فکری سے دین کے کام میں لگا ہوا ہے کیونکہ اس کے اولاد نہیں ہے اب اگر اس کے اولاد ہو جائے تو کیا خبر ہے اس وقت یہ بے فکری رہے یا نہ رہے اولاد کے ساتھ ہزاروں افکار لگے ہوئے ہیں۔ کوئی گر پڑا ہے کوئی گم ہو گیا ہے اور ماں باپ پریشان ہیں۔ تو ممکن ہے خدا نے اس کو اسی لئے اولاد نہ دی ہو کہ وہ اس کو آزاد رکھنا چاہتے ہیں۔

ایک مرتبہ جب میں حج کو حاضر ہوا تو میرے گھر میں خالہ نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ دعا کیجئے اس کے اولاد ہو۔ حضرت نے خلوت (۲) میں مجھ سے فرمایا کہ تمہاری خالہ اولاد کیلئے دعا کو کہتی ہیں، دعا سے کیا انکار ہے۔ بھائی مجھے تو یہ بات پسند ہے کہ تم بھی مجھ جیسے رہو (۳)۔ پھر آپ نے اولاد کی مذمت (۴) بیان فرمائی کہ ان کی وجہ سے یوں ہی افکار پڑ جاتے ہیں اور بڑے

---

(۱) ایک طرح سے ذبح ہی کی صورت ہے (۲) تنہائی میں (۳) حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے بھی اولاد نہیں تھی اس لئے یہ کہا کہ مجھ جیسے ہی رہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کی یہ دعا بھی قبول کی کہ حضرت تھانوی کے خود کوئی اولاد نہ تھی البتہ آپ کی دوسری بیوی جن کی پہلی شادی آپ کے بھانجے مولانا سعید تھانوی سے ہوئی تھی اور ان کی شادی کے چھ ماہ بعد ان کا انتقال ہو گیا تھا جن سے ان کے ایک بچی پیدا ہوئی۔ پھر جب انکی شادی حضرت تھانوی سے ہوئی تو یہ بچی حضرت کی ربیبہ ہوئی جس کو قرآن کریم میں بمنزل اولاد کے کہا ہے" وربائبکم التی فی حجور کم "۔ ان کی تربیت حضرت تھانوی نے کی اور ان کی شادی مفتی جمیل احمد تھانوی سے ہوئی جن کے چار بیٹے بیٹیاں ہیں یوں حضرت تھانوی کی بہت سی نسبی اولاد بھی ہو گئی (۴) برائی۔

ہوکریوں ستاتے ہیں۔میں نے کہا حضرت میں بھی وہی پسند کرتا ہوں جوآپ پسند کرتے ہیں،اس سے حضرت بہت خوش ہوئے۔اور واقعی جیسی بےفکری مجھے آج ہے اولاد کے ساتھ تھوڑا ہی ہوسکتی تھی۔میرے بھائی ایک ظرافت کی کہانی سناتے تھے کہ ایک شخص نے کسی صاحب عیال(۱) سے پوچھا کہ تمہارے گھر خیریت ہے تو وہ بڑا خفا ہوا کہ میاں خیریت تمہارے یہاں ہوگی، مجھے بددعا دیتے ہو!ہمارے یہاں خیریت کہاں، ماشاء اللہ بیٹے ہیں بیٹیاں ہیں پھران کے اولاد ہے ،سارا گھر بچوں سے بھرا ہوا ہے۔آج کسی کے کان میں درد ہے، کسی کو دست آتے ہیں، کسی کی آنکھ دکھ رہی ہے تو کوئی کھیل کود میں چوٹ کھا کر رو رہا ہے۔خیریت ہوگی اس کے یہاں جو منحوس ہو، جس کے گھر میں کوئی بال بچہ نہ ہو ہمارے یہاں خیریت کیوں ہوتی۔تو واقعی بچوں کے ساتھ خیریت کہاں بچپن میں ان کے ساتھ اس قسم کے رنج وافکار ہوتے ہیں اور جب وہ سیانے ہوئے تو اگر صالح ہوئے تو خیر،آجکل تو اس کی بہت کمی ہے۔ورنہ پھر جیسا وہ ناک میں دم کرتے ہیں معلوم ہے۔پھر ذرا اور بڑے ہوئے جوان ہوگئے تو ان کے نکاح کی فکر ہے بڑی مصیبتوں سے نکاح بھی کر دیا تو اب یہ غم ہے کہ اس کے اولاد نہیں ہوتی۔اللہ اللہ کر کے تعویذ گنڈوں اور دواؤں سے اولاد ہوئی تو بڑے میاں کی اتنی عمر ہوگئی کہ پوتے بھی جوان ہوگئے۔اب بچہ بچہ ان کو بات بات میں بیوقوف بناتا ہے اور ان کی خدمت سے اکتاتا ہے اور اب بیٹے منہ پر کھری کھری(۲) سناتے ہیں اور یہ بیچارے معذور ایک طرف پڑے ہیں یہ اولاد کا

---

(۱) بچوں والے سے پوچھا (۲) صاف صاف باتیں سناتے ہیں۔

پھل ہے تو پھر خوامخواہ لوگ اس کی تمنائیں کرتے ہیں۔

بےاولادوں کے لئے تسلی کا مضمون

مجھے ایک لطیفہ یاد آیا کہ میرے استاد مولانا سید احمد دہلویؒ کے ماموں مولانا سید محبوب صاحب جعفریؒ کے اولاد نہ ہوتی تھی ایک دفعہ وہ غمزدہ بیٹھے تھے میرے استاد نے پوچھا اور یہ ان کے لڑکپن کا زمانہ ہے کہ آپ غمگین کیوں ہیں؟ کہا مجھے اس کا رنج ہے کہ بڑھاپا آگیا ہے اور میرے اب تک اولاد نہیں ہوئی۔استاد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سبحان اللہ یہ خوشی کی بات ہے یا غم کی انہوں نے کہا یہ خوشی کی بات کیونکر ہے۔فرمایا یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے کہ آپ کے سلسلہ نسل میں آپ مقصود بالذات ہیں اور تمام آباواجداد مقصود بالغیر بخلاف(۱) اولاد والوں کے کہ وہ خود مقصود نہیں ہیں بلکہ ان کو تو غم کے واسطے پیدا کیا گیا ہے۔دیکھئے گیہوں دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جن کو کھانے کے لئے رکھا جاتا ہے دوسرے وہ جو تخم کیلئے رکھے جاتے ہیں تو ان دونوں میں مقصود وہ ہے جو کھانے کیلئے رکھا جاتا ہے کھیت بونے سے مقصود یہی گیہوں تھے اور جس کو تخم(۲) کے واسطے رکھتے ہیں وہ مقصود نہیں بلکہ وہ واسطہ ہیں مقصود کے اسی طرح جس کے اولاد نہ ہو آدم علیہ السلام سے لیکر اس وقت تک ساری نسل میں مقصود وہی تھا اور سب اس کے وسائط اور مقدمات(۳) تھے اور جن کے اولاد ہوتی ہے وہ خود مقصود نہیں ہیں بلکہ تخم کے واسطے رکھے گئے ہیں۔تو واقعی یہ

---

(۱) مطلب یہ کہ اصل مقصد آپ کو دنیا میں بھیجنا تھا آپ کے باپ دادا کو اس لئے بھیجا گیا کہ وہ ذریعہ تھے آپ کی پیدائش کا اور آپ اصل پھل ہیں مقصد اصل آپ ہیں (۲) بیج کے لئے (۳) باقی سب لوگ اس کے لئے بمنزلہ واسطہ اور مقدمہ کے تھے۔

علمی مضمون ہے بے اولادوں کو اپنی حسرت اس مضمون کو سوچ کر مٹا لینی چاہئے۔اور اگر اس سے بھی حسرت نہ جائے تو دنیا کی حالت کو دیکھ کر تسلی کر لیا کریں کہ جن کے اولاد ہے وہ کس مصیبت میں گرفتار ہیں اور اس سے بھی تسلی نہ ہو تو یہ سمجھ لیجئے کہ جو خدا کو منظور ہے وہی میرے واسطے خیر ہے نہ معلوم اولاد ہوتی تو کیسی ہوتی اور یہ بھی نہ کر سکے تو کم از کم یہ تو سمجھے کہ اولاد کے نہ ہونے میں بیوی کی کوئی خطا نہیں ہے۔

محض حصول اولاد کیلئے دوسرا نکاح کرنا اپنے آپ کو مشکل میں ڈالنا ہے

بعض لوگ محض اتنی بات پر کہ اولاد نہیں ہوتی دوسرا نکاح کر لیتے ہیں۔ حالانکہ دوسرا نکاح کرنا اس زمانہ میں اکثر حالات میں زیادتی ہے کیونکہ قانون شرعی یہ ہے "فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْمَامَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ"(۱) کہ اگر متعدد بیویوں میں عدل نہ ہو سکنے کا اندیشہ ہو تو صرف ایک عورت سے نکاح کر دیا کچھ باندیاں خرید لو۔اور ظاہر ہے کہ آج کل طبائع کی خصوصیات سے عدل نہیں ہو سکتا۔ہم نے تو کسی مولوی کو نہیں دیکھا جو دو بیویوں میں پورا پورا عدل کرتا ہو۔ دنیا دار تو کیا ہی کریں گے۔بس یہ ہوتا ہے کہ دوسرا نکاح کر کے پہلی کو معلق چھوڑ دیتے ہیں۔جس کی وجہ یہ ہے کہ طبائع میں آجکل انصاف و رحم کا مادہ بہت کم ہے۔تو آجکل کے اعتبار سے تو عدل قریب قریب قدرت سے خارج ہے۔پھر جس غرض کیلئے دوسرا نکاح کیا جاتا ہے اس کا کیا بھروسہ ہے کہ دوسرے نکاح سے وہ حاصل ہو ہی جائے گی۔ممکن ہے کہ اس سے بھی اولاد نہ ہو تو پھر کیا کر لو گے۔بلکہ میں نے یہ دیکھا

(۱) سورۃ النساء، آیت ۳

ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بانجھ سمجھ کر دوسرا نکاح کیا اور نکاح کے بعد ہی پہلی بیوی کے اولاد ہو گئی تو خوانخواہ ایک محتمل امر(۱) کیلئے اپنے آپ کو عدل کی(۲) مصیبت میں گرفتار کرنا اچھا نہیں۔اور جو عدل نہ ہو تو پھر دنیا و آخرت دونوں کی مصیبت سر پر رہی۔

اولاد کی تمنا

لوگ زیادہ تر اولاد کیلئے ایسا کرتے ہیں اور اولاد کی تمنا اس لئے ہوتی ہے کہ نام باقی رہے تو نام کی حقیقت سن لیجئے کہ ایک مجمع میں جا کر ذرا لوگوں سے جا کر پوچھئے تو پردادا کا نام بہت سوں کو معلوم نہ ہوگا جب خود اولاد ہی کو اپنے پردادا کا نام معلوم نہیں تو دوسروں کو کیا خاک معلوم ہوگا۔تو بتلائیے نام کہاں رہا۔صاحب نام اس سے چلتا ہے واجعل لی لسان صدق فی الاخرین (۳)(اور میرا ذکر آئندہ آنے والوں میں جاری رکھو) خدا کی فرمانبرداری کرو اس سے نام چلے گا۔ اولاد سے نام نہیں چلا کرتا۔بلکہ اولاد نالائق ہوئی تو الٹی بدنامی ہوتی ہے اور نام چلا بھی تو نام چلنا ہی کیا چیز ہے جس کی تمنا کی جائے۔اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو اس کی تمنا کی ہے تو اس سے صرف نام کا چلنا مقصود نہیں تھا بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ لوگ ہماری اقتدا کریں گے اور ہم کو ثواب ہوگا۔اسی لئے اس کے ساتھ فرماتے ہیں واجعلنی من ورثة جنة النعیم (۴) کہ اے اللہ مجھے جنت کے وارثوں میں کر دیجئے۔تو اصل نام کا چلنا تو یہ ہے کہ قیامت میں رسوائی نہ ہو اور وہاں اعمال

(۱) ایسے کام کیلئے جس کا صرف احتمال ہی ہو (۲) بیویوں کے درمیان برابری قائم کرنے کی مشقت میں پڑنا اچھا نہیں۔(۳) سورۃ الشعراء آیت ۸۴ (۴) سورۃ الشعراء آیت ۸۵۔

... ں بدولت علی رؤس الاشہاد تعریف ہو۔اور یہ بات اولاد سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ نیک اعمال سے حاصل ہوتی ہے اس میں کوشش کرنی چاہئے اور یوں کسی کو طبعی طور پر اولاد کی تمنا ہو تو میں اسکو برا نہیں کہتا۔کیونکہ اولاد کی محبت انسان میں طبعی ہے چنانچہ بعض لوگ جنت میں بھی اولاد کی تمنا کریں گے حالانکہ وہاں نام کا چلنا بھی مقصود نہ ہوگا۔کیونکہ جنت کے رہنے والے کبھی فنا نہیں ہوں گے بلکہ اس تمنا کا منشاء محض طبعی تقاضا ہوگا۔تو میں اس سے منع نہیں کرتا ہوں میرا مقصود یہ ہے کہ اس طبعی تقاضے کی وجہ سے عورت کی خطا نکالنا کہ تیرے اولاد نہیں ہوتی یا لڑکیاں ہی ہوتی ہیں بڑی غلطی ہے اور اس قسم کے غیر اختیاری جرائم نکال کر ان سے خفا ہونا اور ان پر زیادتی کرنا ممنوع ہے۔

بیوی کی بدمزاجی پر صبر کرنے کے فوائد

حق تعالیٰ فرماتے ہیں فان کرھتموھن فعسٰی ان تکرھوا شیئًا ویجعل الله فیه خیرًا کثیرًا(۱) یہ کیسے ملے گا بات ارشاد فرمائی ہے۔مردوں کو اس میں غور کرنا چاہئے۔حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تم بیبیوں سے (کسی بناء پر) کراہت کرتے ہو تو یہ سمجھ لو کہ بہت قریب ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرتے ہو اور حق تعالیٰ نے اس میں بہت بڑی مصلحت رکھی ہو۔شاید کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اولاد کے ہونے نہ ہونے میں تو مصلحت ہوسکتی ہے (جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے) مگر عورتوں کی بدتمیزی اور زبان درازی کی وجہ سے جو نفرت ہوتی ہے تو

(۱) سورۃ النساء آیت ۱۹۔

اس میں کیا مصلحت ہوسکتی ہے۔تو اس لئے کہ اس میں بھی مرد کیلئے مصلحت ہوتی ہے۔ ایک تو یہ کہ اس کی ایذاؤں پر صبر کرنے سے اس کے درجے بلند ہوتے ہیں، دوسرے اس کے مزاج میں تحمل پیدا ہوتا ہے۔اور بردباری اخلاق حمیدہ میں سے ایک اعلیٰ خلق ہے۔حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں ؒ کی بیوی بڑی بدمزاج تھیں۔اور آپ ایسے نازک مزاج تھے کہ ایک دفعہ حضرت کی ایک مریدنی جو بڑھیا تھی ایک رضائی آپ کے لئے سی کر لائی اس وقت آپ لیٹ رہے تھے فرمایا میرے اوپر ڈال کر چلی جاؤ چنانچہ اس نے آپ کے اوپر ڈال دی صبح کو جو اُٹھے تو آنکھیں سرخ تھیں، خدام نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ رات نیند نہیں آئی خدام نے کہا کیا سردی معلوم ہوئی تھی فرمایا نہیں سردی تو رضائی سے دفع (۱) ہوگئی تھی مگر رضائی میں نگندے ٹیڑھے (۲) پڑے ہوئے تھے ان کی وجہ سے طبیعت کو الجھن رہی اور نیند نہ آئی۔تو خیال کیجئے کہ رات کو اندھیرے میں منہ لپیٹے نگندے نظر نہ آتے تھے۔مگر آپ کو اوڑھنے ہی سے اس کا احساس ہوا تو یہ کس قدر لطافت مزاجی تھی کہ محض کپڑے کے بدن پر پڑنے سے بدوں دیکھے نگندوں (۳) کا ٹیڑھا ہونا معلوم ہوگیا پھر اس سے اتنی الجھن ہوئی کہ رات بھر نیند بھی نہ آئی۔اتنے تو آپ نازک مزاج تھے مگر صبور (۴) ایسے کہ بیوی نہایت بدمزاج ملی تھی جو آپ کو نہایت کوری کوری (۵) سناتی تھی اور آپ اس کی سب باتیں سہتے تھے کبھی طلاق کا خیال نہیں کیا۔ نہ اپنی طرف سے کچھ ایذا دی (۶) بلکہ اس قدر خاطر داری کرتے تھے کہ صبح کو خادم کو بھیجا کرتے تھے کہ

(۱) دور ہوگئی (۲) رضائی میں جو دھاگے ڈال کر سیا گیا تھا وہ دھاگے ٹیڑھے پڑے ہوئے تھے (۳) دھاگوں کا (۴) صبر کرنے والے ایسے (۵) کھری کھری سناتی تھیں (۶) تکلیف دی۔

بیگم صاحبہ کا مزاج پوچھ کر آئے خادم جاتا اور مرزا صاحب کی طرف سے مزاج پرسی کر کے آجاتا اور وہ حضرت کو برا بھلا کہتی تھیں خادم یہاں آکر کچھ عرض نہ کرتا بس اتنا کہہ دیتا کہ حضرت وہ اچھی ہیں۔ایک مرتبہ کوئی آغا سرحدی خادم(۱) تھے ان کو حسب معمول بی بی صاحبہ کی مزاج پرسی کیلئے بھیجا گیا۔اس نے آغا کے سامنے بھی مرزا صاحب کو برا بھلا کہا۔یہ سرحدی پٹھان تھے ان کو غصہ آگیا اور حضرت سے آکر عرض کیا کہ وہ تو آپ کو برا بھلا کہتی ہیں پھر آپ ہی اتنی خاطر کیوں کرتے ہیں فرمایا کہ بھائی ان کی باتوں کا برا نہ منانا۔تمہاری تو وہ بزرگ ہیں،اور میں اس لئے خاطر کرتا ہوں کہ میری وہ بڑی محسن ہیں مجھ میں یہ سب کمالات ان ہی کی بدولت ہیں۔اللہ اکبر اتنے نازک مزاج کو بیوی کی بدتمیزیوں سے کتنی ایذا پہنچتی ہوگی،مگر کمال یہ ہے کہ پھر بھی صبر کرتے ہیں۔

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا دلِ دشمناں ہم نکردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام کہ بادوستانت خلاف است وجنگ

(میں نے سنا ہے کہ اہل اللہ دشمنوں کا دل تنگ نہیں کیا کرتے تم کو یہ مقام کب میسر آسکتا ہے کہ تم اپنے دوستوں کے خلاف ہو اور جنگ کرتے رہتے ہو)

اہل اللہ نے دشمنوں کا دل بھی تنگ نہیں کیا۔افسوس ہم سے دوستوں کی ایذا بھی برداشت نہیں کی جاتی جن میں بیوی سب سے زیادہ دوست ہے،اس کی ایذا کا بھی ہم سے تحمل نہیں ہوتا۔اگر ثواب حاصل کرنے کو تحمل نہیں کرتے تو یہی سمجھ کر

---

(۱) سرحد کا رہنے والا پٹھان

تحمل کرلو کہ مجھ سے کوئی گناہ ہوا ہوگا اس کا اس سے کفارہ ہو رہا ہے۔

میاں بیوی کی نوک جھوک

جیسا لکھنؤ میں ایک مرد عورت کی میں نے حکایت سنی کہ مرد تو بہت ہی بزرگ تھے اور بیوی بہت ہی بدمزاج تھیں۔ایک دن انھوں نے بیوی سے کہا کہ تو بڑی کمبخت ہے کہ تجھے میرے پاس رہتے ہوئے اتنا زمانہ گذر گیا اور اب تک تیری اصلاح نہیں ہوئی۔بیوی نے کہا میں کیوں کمبخت ہوتی مجھ سے زیادہ تو کوئی سعادتمند نہیں ہوگی کہ مجھے تم جیسا مرد ملا کمبخت تو تم ہو کہ تم کو ایسی عورت ملی۔

عورت کی بدمزاجی پر صبر کا انوکھا انداز

اسی طرح کتابوں میں ایک مرد اور عورت کی حکایت لکھی ہے کہ مرد تو نہایت حسین تھا اور عورت نہایت بدصورت اور اس کے ساتھ وہ بدمزاج بھی تھی۔آجکل ایسا ہو تو مرد ایک ہی دن میں طلاق دیکر الگ ہو جائیں مگر وہ اللہ کا بندہ اس کی سب باتوں پر صبر کرتا تھا۔کسی نے اس سے کہا کہ تم اس بیوی کو طلاق کیوں نہیں دیتے کہا میں طلاق کیونکر دوں۔بات یہ ہے کہ مجھ سے کوئی گناہ ہوگیا تھا خدا نے اس کی سزا میں مجھے ایسی بیوی دی اور اس سے کوئی نیک کام ہوگیا ہوگا اس کے صلہ میں خدا نے اس کو مجھ جیسا حسین مرد دیا تو میں اس کا ثواب ہوں اور وہ میرا عذاب ہے، پھر طلاق کی کیا وجہ؟ تو بزرگوں نے تو اپنے دل کو یوں سمجھا لیا ہے،اور کبھی عورتوں کی بدعنوانیوں کی وجہ سے ان کو الگ نہیں کیا اور ہمیشہ تحمل فرماتے رہے۔ تو اگر بیوی کی واقعی خطا بھی ہو جب بھی اس سے درگزر کرنا چاہئے۔اس تحمل سے

دین کا بڑا بھاری نفع ہوتا ہے اور بہت اجر ملتا ہے۔

بعض مردوں کی بے غیرتی

بعضے مرد اس طرح عورتوں کا حق ضائع کرتے ہیں کہ بے حمیت (۱) بن کر اپنے آپ کو راحت دیتے ہیں عمدہ کھاتے اور عمدہ پہنتے ہیں اور بیوی بچوں کو تکلیف میں رکھتے ہیں ان کے بارے میں شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

ببیں آں بے حمیت را کہ ہرگز نخواہد دید روئے نیک بختی
تن آسانی گزیند خویشتن را زن و فرزند بگذارد بسختی

(دیکھو وہ بے غیرت ہرگز نیک بختی کا منہ نہ دیکھے گا کہ اپنے لئے تو راحت اختیار کرے اور بیوی بچوں کو سختی میں چھوڑ جائے)

یہ بہت ہی بے غیرتی کی بات ہے کہ مرد خود تو بنا ٹھنا رہے اور بیوی کو بھنگنوں کی طرح رکھے کہ نہ اس کے کپڑے کا خیال رکھے نہ کھانے کا خیال رکھے حالانکہ زینت وآرائش کی مستحق زیادہ تر عورت ہے مردوں کو زیادہ زینت زیبا (۲) نہیں ہے۔ بعضے مرد ایسے گندہ طبیعت کے ہوتے ہیں کہ فاحشہ عورتوں میں پھرتے ہیں اور ان کے گھروں میں حور کی مانند بیویاں موجود ہوتی ہیں مگر وہ بیکار پڑی رہتی ہیں ان کی طرف کبھی رخ بھی نہیں کیا جاتا اور ہندوستان کی عورتیں صابروشاکر ہوتی ہیں کہ وہ سوائے رونے دھونے کے اور کچھ نہیں کرتیں کسی سے اپنے مرد کا بھید بھی نہیں کھولتیں۔

---

(۱) بے غیرت بن کر (۲) مردوں کو زیادہ بنا سنورنا مناسب نہیں۔

شریف عورتوں کی ایک اہم خوبی

اس پر ایک قصہ یاد آیا ہے کہ بھوپال میں ہمارے وطن کے ایک بزرگ رہتے تھے جو تحصیلدار تھے اور ان کی بیوی بہت ہی سرف اور کم عقل (۱) تھیں۔ مگر تحصیلدار صاحب کی یہ حالت تھی کہ جب اس کی باتیں بیان کرتے تو یوں کہا کرتے تھے کہ میری باؤلی کی یہ بات ہے، یہ آج میری باولی نے یوں کہا۔ غرض میری باولی کہہ کر نام لیتے تھے کسی نے کہا حضرت آپ تو اپنی بیوی سے بہت پیار کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ بہت ہی بے تمیز اور تکلیف دہ ہے۔ فرمایا کہ بھائی شریف عورتوں میں جہاں بہت سے نقائص ہیں وہاں ایک جوہر ایسا بھی ہے کہ اگر ان کو ایک کونے میں بٹھا کر کوئی سفر پر چلا جائے اور بیس برس بعد واپس آئے تو اسی کونے میں ساتھ آبرو و عزت کے بیٹھا پائے گا۔ اس خوبی کیوجہ سے میں اس کی قدر کرتا ہوں۔ واقعی ہندوستان کی بیبیاں تو اکثر ایسی ہی ہیں کہ ان کو اپنے کونے کی سوا دنیا کی کچھ خبر نہیں ہوتی، چاہے ان پر کچھ ہی گزر جائے مگر اپنے کونے سے الگ نہیں ہوتیں بس ان کی وہ شان ہے جو حق تعالیٰ نے بیان فرمائی المحصنٰت الغٰفلٰت المومنات (۲) یعنی پاک دامن ہیں اور بھولی ہیں، چالاک نہیں ہیں۔ اس میں غافلات کا لفظ ایسا پیارا معلوم ہوتا ہے کہ واقعی نقشہ کھینچ دیا اور یہ صفت عورتوں کے اندر پردہ کی وجہ سے ہوتی ہے کہ ان کو اپنی چار دیواری کے سوا دنیا کی کچھ خبر نہیں ہوتی جس کو آجکل کہا جاتا ہے کہ عورتوں کے پردہ نے مسلمانوں کا تنزل کر دیا کیونکہ عورتوں کو قید میں رہنے کی

---

(۱) بہت خرچ کرنے والی کم سمجھ عورت تھیں (۲) سورۃ النور آیت ۲۳۔

وجہ سے دنیا کی کچھ خبر نہیں ہوتی، نہ صنعت وحرفت سیکھتی ہیں نہ علوم وفنون سے آگاہ ہیں۔ بس کمانے کا سارا بوجھ مردوں پر رہتا ہے دوسری قوموں کی عورتیں خود بھی صنعت وحرفت سے کماتی رہتی ہیں۔ تو صاحبو! میں کہتا ہوں کہ جب حق تعالیٰ نے خود عورتوں کو موقع مدح(۱) میں بے خبر فرمایا تو ہزار خبرداریاں اس بے خبری پر قربان ہیں جب حق تعالیٰ عورتوں کے بھولے پن اور بے خبری کی تعریف فرماتے ہیں تو سمجھ لو اسی میں خیر ہے اور اس خبرداری میں خیر نہیں جس کو تم تجویز کرتے ہو۔ تجربہ خود بتلا دے گا اور جو قرآن کو نہ مانے گا اسے زمانہ ہی خود بتلا دے گا۔ تمام دنیا کی قومیں اس پر متفق ہیں کہ قرآن کے برابر کسی کتاب کی تعلیم نہیں ہے تو قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ عورتوں کیلئے غافل و بے خبر ہونا ہی اچھا ہے۔ یہ صفت ہندوستان کی عورتوں(۲) میں بے نظیر ہے کہ خاوند کے کونہ سے الگ ہونا ان کو گوارا نہیں ہوتا۔ میری ایک تائی تھیں (یعنی بڑی چچی) وہ جوانی میں ہی بیوہ ہوگئی تھیں مگر ساری عمر خاوند ہی کے کونے میں گزار دی۔ اخیر میں ان کی عمر بہت ہوگئی تھی، پاس رہنے والا بھی نہ تھا مگر اپنے کونے سے الگ نہ ہوتی تھیں وہ مجھے بہت چاہتی تھیں میں نے ہر چند اصرار کیا کہ تم میرے گھر آجاؤ، یہاں اکیلی پڑی ہوئی کیا لیتی ہو؟ تو فرمایا کہ بچہ جہاں ڈولی آئی تھی وہیں سے کھٹولی(۳) نکلے گی۔ میں نے کہا کہ اگر تم یہی چاہتی ہو تو مرنے کے بعد تمہارا پلنگ اسی گھر میں لے آئیں گے۔ پھر یہاں سے نکال لیں گے مگر صاحب انھوں نے ایک نہ سنی تمام عمر وہیں رہیں اور اپنے حدِ اختیار تک وہاں سے جدا نہ

---

(۱) عورتوں کی تعریف کرتے ہوئے (۲) حضرت تھانوی نے ہر جگہ ہندوستان کا لفظ اسلئے استعمال کیا کیونکہ اس وقت تک پاکستان نہیں بنا تھا یہ علاقہ بھی ہندوستان ہی کہلاتا تھا (۳) جنازے کی چارپائی۔

ہوئیں۔ پھر جب سخت مریض ہوئیں تو اس حالت میں ہم لوگ ان کو اپنے گھر اٹھا لائے۔ کیونکہ ان کا مکان ذرا دور تھا ہر وقت نگہداشت مشکل تھی (مکان ان کا اتنا وسیع نہ تھا جس میں اور مستورات جا کر رہیں) تو واقعی ہندوستان کی عورتوں میں جہاں بدتمیزی وغیرہ ہے وہاں یہ خوبیاں بھی تو ہیں ان کو بھی تو دیکھنا چاہئے۔

عیبہا جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

(تمام عیب تو تم نے بیان کردیئے اس کا کوئی ہنر بھی تو بتاؤ)

(تعلیم یافتہ قوموں کی عورتوں میں جو خوبیاں سلیقہ وتمیز کی بیان کی جاتی ہیں وہ تو مکتسب امور(۱) ہیں جو دوسری عورتیں بھی تعلیم سے حاصل کرسکتی ہیں، اور ہندوستان کی عورتوں میں جو خاص خوبیاں ہیں وہ فطری ہیں (۲) کہ تعلیم سے بھی حاصل نہیں ہوسکتیں ۱۲) اور ان خوبیوں کا مقتضا یہ ہے کہ بیبیوں پر رحم کرو اور ان سے بے پروائی اختیار نہ کرو اور بڑی بات یہ ہے کہ وہ تمہاری خادم ہیں، طرح طرح سے تم کو آرام پہنچاتی ہیں۔

آنزا کہ بجائے تست ہر دم کرمے

عذرش بنہ اگر کند بہ عمرے ستمے

(جس کا تجھ پر ہر گھڑی کرم وبخشش ہے اگر عمر بھر میں ایک زیادتی اس سے ہوجائے تو اس کا عذر رکھ)

---

(۱) وہ ایسی خوبیاں ہیں جو محنت کر کے حاصل ہوتی ہیں (۲) اللہ نے ان کی طبیعت میں ودیعت کی ہیں۔

حاجی امداداللہ صاحب کی اہلیہ کا حسن خلق

جس نے سو دفعہ آرام پہنچایا ہو اس کے ہاتھ سے ایک دفعہ تکلیف پہنچ جائے تو اس کو زبان پر نہیں لانا چاہئے۔ ہماری پیرانی صاحبہ اخیر میں بہت معذور ہو گئیں تھیں تو حضرت کی ایک خادمہ گھر کے کاروبار کیلئے یہاں سے مکہ معظمہ پہنچ گئیں اور سارا کام اپنے ذمہ لے لیا مگر وہ خادمہ بڑی تند مزاج تھی پیرانی صاحبہ سے لڑا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ میرے گھر میں پیرانی صاحبہ سے کہنے لگیں کہ حضرت یہ آپ سے اتنا لڑتی ہے اور آپ اس کو کچھ نہیں فرماتیں نہ گھر سے الگ کرتی ہیں تو فرمایا یہ راحت بھی بہت دیتی ہے اور جو شخص راحت بہت دیتا ہو اس کی بدعنوانیوں(۱) پر صبر کرنا بے مروتی ہے، اسی لئے یہ مجھے جب ستاتی ہے تو میں اس کو اس کی راحتوں کو یاد کر کے معاف کر دیتی ہوں۔ حضرت پیرانی صاحبہ نہایت خلیق اور بہت ہی عالی فہم تھیں۔ صاحبو جب ایک بی بی اتنی فہیم تھیں تو ہم کو تو مرد ہو کر ضرور فہم سے کام لینا چاہئے اور اپنی بیبیوں کی راحت رسانی پر نظر کر کے ان کی بے تمیزیوں کا تحمل کرنا چاہئے یہ عورتوں کے حقوق دنیویہ ہیں اور اس سے پہلے جو حقوق بیان ہوئے وہ دینی حقوق تھے۔

شوہروں کی ذمہ داری

افسوس ہم دینی حقوق تو کیا ہی ادا کرتے دنیوی حقوق پر بھی ہم کو توجہ نہیں چنانچہ نہ بیوی کی نماز پر توجہ ہے نہ روزہ پر، ان باتوں کو ان کے کان میں ڈالتے

(۱) بدتمیزیوں پر۔

ہی نہیں یاد رکھو قیامت میں تم سے اس کی باز پرس ہوگی کہ تم نے بیوی بچوں کو دیندار بنانے کی کوشش کی تھی؟ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ نماز کے لئے ان پر حد سے زیادہ سختی کرو ہر وقت ہاتھ میں لٹھ ہی لئے رہو بلکہ اول نرمی سے سمجھاؤ پھر ذرا ناراضی اور رنج ظاہر کرو۔ انشاء اللہ اس کا اچھا اثر ہوگا اور ان کو اردو میں دینی رسالہ پڑھاؤ لکھاؤ اس سے ان کے اخلاق بھی درست ہو جائیں گے اور دین کا خیال خود بخود ہوگا اور جو وہ پڑھنے پر آمادہ نہ ہوں تو اس صورت کے لئے میں نے بہت جگہ یہ طریقہ بتلایا ہے کہ تم ایک وقت مقرر کر کے اول سے اخیر تک بہشتی زیور سارا سنا دو اور پہلے پہل بی بی سے یہ بھی نہ کہو تو یہاں بیٹھ کر سنتی رہ بلکہ خود بلند آواز سے پڑھنا شروع کرو۔ انشاء اللہ وہ خود شوق سے آ کر سنے گی۔

چنانچہ اس طرح عمل کرنے سے فوراً ساری شکایتیں جاتی رہیں گی عورتوں کے دل پر اثر بہت جلدی ہوتا ہے اگر ان کو دین کی کتابیں سنائی جائیں تو انشاء اللہ بہت جلد اصلاح ہو جائے گی مرد اپنی بیبیوں کی شکایتیں تو کرتے ہیں کہ ایسی بے تمیز اور ایسی جاہل ہیں مگر وہ اپنے گریبان میں منہ ڈالکر تو دیکھیں کہ انہوں نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ پس یہ اپنی راحت ہی کے ان سے طالب ہیں اور ان کے دین کا ذرا بھی خیال نہیں کیا جاتا۔ ایک شخص نے خوب کہا ہے کہ مقرب کی بے تمیزی اور بے وفائی بادشاہ کی بے تمیزی یا غفلت کی دلیل ہے تو عورتوں کی تو خطا ہے ہی مگر ان کی بے تمیزی میں مردوں کی بھی خطا ہے کہ یہ ان کے دین کی درستی کا اہتمام نہیں کرتے اور ان کے دینی حقوق کو تلف کرتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کا فیصلہ

حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ کے اجلاس میں ایک باپ اور بیٹے کا مقدمہ پیش ہوا باپ نے بیٹے پر دعویٰ کیا تھا کہ یہ میرے حقوق ادا نہیں کرتا۔ حضرت عمرؓ نے لڑکے سے جواب طلب کیا اس نے کہا کہ حضور کیا باپ ہی کے حقوق بیٹے پر ہیں یا بیٹے کا بھی باپ پر کچھ حق ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹے کا حق باپ پر بھی ہے ایک یہ کہ شریف عورت سے نکاح کرے کہ اولاد اچھی ہو اور نام اچھا رکھے کہ اس کی برکت ہو اور اس کو علم دین سکھائے۔ وہ بولا کہ ان سے دریافت کیا جائے کہ انہوں نے باپ ہو کر میرے کیا حقوق ادا کئے ہیں ایک حق تو انہوں نے یہ ادا کیا کہ میری ماں لونڈی تھی جن کے اخلاق جیسے ہوتے ہیں معلوم ہے۔ دوسرا یہ حق ادا کیا کہ میرا نام جُعل رکھا جس کے معنی گُو کا کیڑا، تیسرا حق یہ کہ مجھ کو ایک بات بھی دین کی نہیں سکھائی۔ حضرت عمرؓ نے مقدمہ خارج کر دیا اور باپ سے فرمایا کہ تو نے اس سے زیادہ اس کی حق تلفی کی ہے جاؤ اپنی اولاد کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کیا کرو۔

اسی طرح ہماری حالت ہے کہ ہم بیویوں کی شکایت تو کرتے ہیں مگر یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے بیویوں کا کونسا حق ادا کیا ہے۔ چنانچہ ان کا ایک حق یہ تھا کہ ان کے دین کا خیال کرتے ان کو احکام الٰہیہ بتلاتے۔ دوسرا حق یہ تھا کہ معاشرت میں ان کے ساتھ دوستانہ برتاؤ کرتے باندیوں اور نوکروں کا سا برتاؤ نہ کرتے۔ مگر ہم نے سب حقوق ضائع کر دئے۔

عورتوں کی بے اعتدالیاں

اب رہ گئیں عورتیں ان سے بھی دو قسم کی کوتاہیاں ہوتی ہیں۔ ایک کوتاہی تو وہ دنیوی حقوق میں کرتی ہیں وہ یہ کہ بعض عورتیں خاوند کی اطاعت و خدمت میں کمی کرتی ہیں۔ عورتیں مرد کی خدمت ماماؤں(۱) پر ڈال دیتی ہیں خود اس کے کام کا اہتمام نہیں کرتیں۔ بعض عورتیں مردوں سے خرچ بہت مانگتی ہیں چنانچہ ایک بی بی کہتی ہیں کہ ہماری حالت تو دوزخ کی سی ہے جیسے اس کا پیٹ نہیں بھرتا ہر دَم "ھل من مـزید" (کیا کچھ اور ہے) ہی کہتی رہتی ہے اسی طرح روپے، کپڑے زیور وغیرہ سے ہمارا پیٹ بھی نہیں بھرتا کتنا ہی دو مگر سب خرچ ہو جاتا ہے۔

مولوی عبدالرب صاحب واعظ دہلوی کا ایک لطیفہ ہے کہ عورتوں کے پاس کتنے ہی کپڑے ہوں مگر پوچھو یہی کہیں گی کیا ہیں دو چیتھڑے اور جوتوں کے دو چار جوڑے دھرے ہوں گے مگر جب پوچھو یہی کہیں گی کیا ہیں دو لیتھڑے۔ اور برتن کتنے ہی صندوق میں بھرے ہوں مگر یہی کہیں گی کیا ہیں دو ٹھیکرے۔ انہوں نے تو گو قافیہ بھی ملایا ہے مگر حقیقت میں ہے یہی حالت۔ ان کا زیور، کپڑے اور برتنوں سے کبھی جی نہیں بھرتا اور ہمیشہ اپنی چیز کو کم ہی بتلائیں گی کہ میرے پاس کیا ہے۔ کچھ بھی نہیں ناشکری کا مادہ ان میں بہت زیادہ ہے حدیث میں بھی عورتوں کی اس صفت کا ذکر آیا ہے حضور ﷺ نے ایک بار عورتوں کو خطاب کر کے فرمایا "تکثرن اللعن وتکفرن العشیر" کہ تم لعنت اور پھٹکار بہت کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی

---

(۱) نوکرانیوں پر۔

ہواایک حدیث میں ہے کہ اگر عورت کے ساتھ عمر بھر احسان اور بھلائی کرتے رہو پھر کبھی کوئی بات اس کے خلاف مزاج ہوجائے تو صاف یوں کہے گی" ما رأیت منك خیراً قط " کہ میں نے تجھ سے کبھی بھلائی نہیں دیکھی ساری عمر کے احسان کوایک منٹ میں بھلادیتی ہیں بعضی عورتیں یہ کرتی ہیں کہ وہ خاوند کے گھر میں آتے ہی ماں باپ سے اس کو جدا کرنا چاہتی ہیں۔

شادی کے بعد ماں باپ سے جدا رہنے میں راحت ہے

یہ ضرور ہے کہ اس زمانہ میں مناسب یہی ہے کہ نکاح ہوتے ہی جوان اولاد ماں باپ سے علیحدہ علیحدہ رہیں اسی میں جانبین (۱) کو راحت ہوتی ہے۔میں نے میرٹھ میں ایک گھرانے کی حالت دیکھی کہ ان میں باہم ہمیشہ لڑائی رہتی تھی اس گھر کے ایک مرد کو مجھ سے تعلق تھا۔ان کا خط میرے پاس آیا جس میں دو شکایتیں لکھی تھیں ایک یہ کہ میں اپنے گھر کے مردوں اور عورتوں کو دین کی باتیں بتلاتا ہوں وہ مانتے نہیں۔دوسری یہ شکایت لکھی تھی کہ گھر میں روزانہ لڑائی رہتی ہے میں نے لکھا کہ آپ کی دونوں شکایتوں کا علاج اس شعر میں ہے

کارِ خود کن کارِ بیگانہ مکن

(اپنے کام میں لگو دوسروں کے کام کی فکر میں نہ پڑو)

اس مصرع میں تو اس کا جواب ہے کہ وہ دین کی باتیں سُن کر عمل نہیں کرتے سو اس کے متعلق دستور العمل یہ رکھو کہ تم نصیحت کرکے اپنے کام میں لگو آگے

---

(۱) دونوں طرف کے لوگوں کو راحت ہے۔

وہ جانیں ان کا کام۔تم کیوں فکر میں پڑے ہو اور دوسری شکایت کا جواب اس مصرع میں ہے۔

درزمینِ دیگراں خانہ مکن

(کہ غیر کی زمین میں گھر نہ بساؤ)

میں نے لکھا کہ تم اسی وقت کوئی مکان کرایہ پر لے کر الگ رہنے لگو۔چنانچہ انہوں نے اس پر عمل کیا اور الگ مکان میں رہنے لگے۔بس اسی روز سے امن وامان ہوگیا۔ان کے والد صاحب بہت بھولے ہیں وہ کہتے تھے کہ چاہے آپس میں چھری کٹاری (۱) چلے مگر سب ایک ہی جگہ رہیں۔مگر میں آجکل اس رائے کے خلاف ہوں میری رائے یہ ہے کہ نکاح کے بعد اولاد کی اور ماں باپ کی معاشرت الگ الگ ہوجانی چاہئے تو ہر چند کہ مناسب یہی ہے مگر جدا ہونے کا بھی تو طریقہ ہے بے طریقہ جدا کرنے کا عورت کو کیا حق ہے۔بعض عورتوں کی یہ عادت ہے کہ وہ خاوند کے ساتھ زبان درازی کرتی ہیں اس کے سامنے خاموش نہیں ہوتیں حتیٰ کہ بعض خاوند مارتے بھی ہیں مگر یہ چپ نہیں ہوتیں۔

زبان دراز بیوی کا بہترین علاج

مجھے ایک حکایت یاد آئی ہے کہ ایک عورت ایسی ہی زبان دراز تھی اور اس کا خاوند اس کو بہت مارتا تھا۔یہ عورت ایک بزرگ کے پاس گئی کہ مجھے ایسا تعویذ دیدیجئے جس کے اثر سے میرا خاوند مجھے مارا نہ کرے۔وہ بزرگ تھے بہت عاقل وہ

---

(۱) آپس میں کتنی ہی لڑائی ہو۔

سمجھ گئے کہ یہ زبان درازی کرتی ہوگی اس لئے پٹتی ہوگی آپ نے فرمایا کہ اچھا تھوڑا سا پانی لاؤمیں اسے پڑھ دوں گا۔ چنانچہ پڑھ دیا اور فرمایا کہ جب خاوند غصہ ہوا کرے تو اس میں سے ایک چلو منہ میں گھونٹ لیکر بیٹھ جایا کرو۔ انشاء اللہ پھر نہیں مارے گا۔ چنانچہ وہ ایسا ہی کرتی اور منہ میں گھونٹ لیکر بیٹھ جاتی۔ اب ساری زبان درازی جاتی رہی، بیچاری بولے کیونکر منہ کو تو تالا لگ گیا۔ آخر تھوڑے دنوں میں میاں راضی ہوگیا۔ حقیقت میں خوب علاج کیا غرض عورتوں میں زبان درازی کا بڑا مرض ہے اور یہ ساری خرابی تکبر کی ہے۔ عورتیں یہ چاہتی ہیں کہ ہم ہاریں نہیں تاکہ ہیٹی(۱) نہ ہو۔ چنانچہ شوہر سے لڑ جھگڑ کر اپنی ہمجولیوں میں بیٹھ کر فخر کرتی ہیں کہ دیکھا ہم کیسے مرد کو بھگا لائے۔

عورت اور مرد میں مساوات ممکن نہیں

حالانکہ مرد اور عورتوں میں قدرتی فرق ہے یہ کس طرح مردوں کی برابری کرسکتی ہیں عقل ان میں کم برداشت کی قوت ان میں کم قویٰ ان کے کمزور اسی لئے یہ جلدی ضعیف(۲) ہو جاتی ہیں۔ جب خدا نے تم کو ہر بات میں مردوں سے کم رکھا ہے تو آخر کس بات میں تم مساوات کی مدعی ہو۔ اور آجکل اس دعویٰ مساوات کی بناء پر عورتیں پارلیمنٹ کی ممبری کا دعویٰ کررہی ہیں مگر کوئی ان کو پوچھتا بھی نہیں۔ اب وہ سارے دعوے جاتے رہے بھلا کہیں قدرتی فرق بھی کسی کے مٹانے سے مٹ سکتے تھے۔ اور اگر ایسا کیا بھی گیا اور عورتوں کو مردوں کے برابر سب عہدے دے بھی

---

(۱) نیچا نہ دیکھنا پڑے (۲) بوڑھی۔

دیئے گئے مگر ظاہر ہے کہ اس کیلئے عورتوں کو لیاقت بھی حاصل کرنا پڑے گی علوم وفنون بھی حاصل کرنا ہوں گے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اولاد کا سلسلہ بند ہو جائیگا۔ کیونکہ میں نے ایک امریکن ڈاکٹر کا قول دیکھا ہے کہ عورت کو زیادہ تعلیم دینے کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اس کے اولاد نہیں ہوتی یا ہوتی ہے تو کمزور ہوتی ہے (جو جلد مر جاتی ہے) تو قدرتی طور پر عورتوں کے قویٰ دماغیہ زیادہ تعلیم کے متحمل نہیں ہیں جب یہ بات ہے تو قدرتی طور پر مردوں اور عورتوں میں مساوات ممکن نہیں ہوسکتی۔ پھر نہ معلوم عورتوں کو برابری کا دعویٰ کیوں ہے۔ تم تو مردوں کے سامنے اتنی چھوٹی ہو کہ حدیث میں سیدنا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ کہ اگر میں خدا کے سوا کسی کیلئے سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو عورت کو حکم کرتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کیا کرے کچھ ٹھکانہ ہے مرد کی عظمت کا کہ اگر خدا کے بعد کسی کیلئے سجدہ جائز ہوتا تو عورت کو مرد کے سجدہ کا حکم ہوتا۔ مگر اب عورتیں مردوں کی یہ قدر کرتیں ہیں کہ ان کے ساتھ زبان درازی اور مقابلہ سے پیش آتی ہیں۔

عورتوں کو شوہروں پر غصہ آنے کی وجہ

اگر تم یہ کہو کہ صاحب مرد کے غصہ سے ہم کو بھی غصہ آجاتا ہے تو سمجھو کہ غصہ ہمیشہ اپنے چھوٹے یا برابر پر آتا ہے اور جس کو آدمی اپنے سے بڑا سمجھتا ہے اس پر کبھی غصہ نہیں آیا کرتا۔ چنانچہ نوکر کو کبھی آقا پر غصہ نہیں آسکتا۔ اسی طرح رعیت کے آدمی کو حاکم پر غصہ نہیں آتا۔ بیٹے کو باپ پر غصہ نہیں آسکتا چاہے وہ اس پر کتنا ہی غصہ کرے۔ کیونکہ یہ اس کو اپنا بڑا سمجھتا ہے۔ پس تمہارا یہ عذر ہی خود ایک جرم کو بتلا رہا

ہے۔عذر گناہ بدتر از گناہ (گناہ کا عذر گناہ سے بدتر ہے) اسی کو کہتے ہیں۔ بیبیو تم کو مرد کے غصہ سے غصہ آنا یہ بتلاتا ہے کہ تم اپنے کو مرد سے بڑا یا برابر درجہ کا سمجھتی ہو اور یہ خیال ہی سرے سے غلط ہے۔ اگر تم اپنے کو مرد سے چھوٹا اور محکوم سمجھو تو چاہے وہ کتنا ہی غصہ کرتا تم کو ہرگز غصہ نہ آسکتا۔

پس تم اس فاسد خیال کو دل سے نکال دو اور جیسا خدا نے تم کو چھوٹا بنایا ہے ویسا ہی اپنے کو مرد سے چھوٹا سمجھو اور اس کے غصہ کے وقت زبان درازی کبھی نہ کرو، اس وقت خاموش رہو۔ اور جب اس کا غصہ اتر جائے تو دوسرے وقت کہو کہ میں اس وقت بولی نہ تھی اب بتلاتی ہوں کہ تمہاری فلاں بات بیجا تھی یا زیادتی کی تھی۔ اس طرح کرنے سے بات بھی نہ بگڑے گی اور مرد کے دل میں تمہاری قدر بھی ہوگی۔

عورتوں کی فضول خرچیاں

تو عورتیں ایک کوتاہی تو یہ کرتی ہیں اور ایک کوتاہی یہ کرتی ہیں کہ خاوند کے مال کو بڑی بے دردی سے اڑاتی ہیں۔ خاص کر شادی بیاہ کی خرافات رسموں میں اور شیخی کے کاموں میں بعض جگہ تو مرد و عورت مل کر خرچ کرتے ہیں۔ اور بعض جگہ صرف عورتیں ہی خرچ کی مالک ہوتی ہیں۔ پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مرد رشوت لیتا ہے یا مقروض ہوتا ہے تو زیادہ تر جو مرد حرام آمدنی میں مشغول ہوتے ہیں اس کا بڑا سبب عورتوں کی فضول خرچیاں ہیں۔ مثلاً کسی گھر میں شادی ہوئی تو یہ فرمائش ہوتی ہے کہ قیمتی جوڑا ہونا چاہئے۔ اب وہ سو دو سو روپے میں تیار ہوتا ہے، مرد نے سمجھا تھا کہ خیر

سو دو سو میں پاپ کٹے گا مگر بیوی نے کہا کہ یہ تو شاہانہ جوڑا ہے، چوتھی بھوڑے (۱) کا الگ ہونا چاہئے وہ بھی اسی کے قریب لاگت میں تیار ہوتا ہے۔ پھر فرمائش ہوتی ہے کہ جہیز میں دینے کو بیس پچیس جوڑے اور ہونے چاہئیں۔ غرض کپڑے ہی کپڑے میں سینکڑوں روپے لگ جاتے ہیں۔ جہیز میں اس قدر کپڑے دیئے جاتے ہیں کہ ایک بار میں ضلع میرٹھ کے ایک گاؤں میں گیا تھا۔ معلوم ہوا کہ وہاں ایک بہو صرف کپڑا پندرہ سو روپے کا لائی ہے (۲)۔ برتن اور زیور اور لچکے اور گوٹے اس سے الگ تھے۔ میں نے بعض گھروں میں دیکھا ہے کہ جہیز میں اتنے کپڑے دیئے جاتے ہیں کہ لڑکی ساری عمر بھی پہنے تو ختم نہ ہوں۔ اب وہ کیا کرتی ہے کہ اگر سخی ہوئی تو اس نے منہ ملاقات (۳) کی جگہ بانٹنا شروع کر دیا۔ ایک جوڑا کسی کو دیا، ایک کسی کو دیا۔ اور اگر بخیل ہوئی تو صندوق میں بند کر کے رکھ لئے۔ پھر بہت سے جوڑوں کا تو پہننا بھی نصیب نہیں ہوتا وہ یوں ہی رکھے رکھے گل جاتے ہیں۔ غرض اس فضول خرچی کے ساتھ عورتیں خاوند کا مال بھی برباد کرتی ہیں۔ بھلا جہیز میں اتنے کپڑے دینے کی کیا ضرورت ہے، مگر کیونکر نہ دیں اس میں نام بھی ہوتا ہے کہ فلانی نے اپنی بیٹی کو ایسا جہیز دیا اور اتنا دیا بس شیخی کے واسطے مرد کا گھر برباد کیا جاتا ہے۔

---

(۱) رخصت ہو کر دلہا کے گھر آنے کے بعد جب پہلی مرتبہ لڑکی اپنے ماں باپ کے گھر جائے تو اس کو چوتھی کہتے ہیں اور جب واپس آئے تو اس کو بھوڑا کہتے ہیں (۲) یہ اس زمانے کی بات ہے جب لوگوں کی تنخواہ ۵، ۴ روپے ماہانہ ہوتی تھی اب تو ایک ایک جوڑے پر تیس تیس ہزار روپے خرچ کر دیئے جاتے ہیں جو صرف ایک دفعہ پہن کر دوبارہ نہیں پہنا جاتا تو کیا یہ فضول خرچی نہ ہوئی ایسے ہی اخراجات و خرافات کے سبب لوگ پریشان ہیں (۳) جن سے ملنا جلنا ہے۔

جہیز کے سلسلے میں ایک عاقل کا طرز عمل

میں نے ایک تعلق دار کی حکایت سنی جو بہت مالدار ہیں کہ انھوں نے اپنی لڑکی کا نکاح کیا اور جہیز میں ایک پالکی دی اور ایک قالین اور ایک لوٹا اور ایک قرآن مجید اس کے سوا کچھ نہ دیا نہ برتن نہ کپڑے بلکہ اس کے بجائے ایک لاکھ روپے کی جائداد بیٹی کے نام کردی اور کہا کہ میری نیت اس شادی میں ایک لاکھ روپے خرچ کرنے کی تھی اور یہ رقم اس کے واسطے پہلے تجویز کرلی تھی۔ خیال تھا کہ خوب دھوم دھام سے شادی کروں گا۔ مگر پھر میں نے سوچا کہ اس دھوم دھام سے میری بیٹی کو کیا نفع ہوگا۔ بس لوگ کھاپی کر چلدیں گے، میرا روپیہ برباد ہوگا اور بیٹی کو کچھ حاصل نہ حصول۔ اس لئے میں نے ایسی صورت اختیار کی جس میں بیٹی کو نفع پہنچے۔ اور جائداد سے بہتر اس کیلئے نفع کی کوئی چیز نہیں اس سے وہ اور اس کی اولاد پشتہا پشت(۱) تک بے فکری سے عیش کرتے رہیں گے۔ اور اب کوئی مجھے بخیل یا کنجوس بھی نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ میں نے دھوم دھام نہیں کی تو رقم بھی اپنے گھر نہیں رکھی۔ دیکھو یہ ہوتا ہے عقلاء کا طرز۔ اگر خدا کسی کو دے تو بیٹی کے جہیز میں دینا برا نہیں مگر طریقہ سے ہونا چاہئے جو لڑکی کے کچھ کام بھی آئے۔ مگر عورتوں کو کچھ نہیں سوجھتا۔ یہ تو ایسی بے ہودہ ترکیبوں سے روپیہ برباد کرتی ہیں جس سے نہ ان کو کچھ وصول ہوتا ہے نہ لڑکی کو یہ وہ کوتاہیاں ہیں جو عورتیں دنیوی حقوق میں کرتی ہیں۔ مگر یہ محض ظاہر میں دینا ہے اور واقع میں سب دین ہیں کیونکہ شریعت نے مرد کے مال کی حفاظت اور اس کی تعظیم اور

---

(۱) کئی نسلوں تک۔

خدمت عورتوں کے ذمہ لازم سمجھی ہے اگر وہ اس میں کوتاہی کریں گی تو ان سے باز پرس ہوگی۔

عورتیں مردوں کو دیندار بنا سکتی ہیں

ایک کوتاہی دینی حقوق میں کرتی ہیں۔ کہ مرد کو جہنم کی آگ سے بچانے کا اہتمام نہیں کرتیں یعنی اس بات کی پرواہ نہیں کرتیں کہ مرد ہمارے واسطے حلال وحرام میں مبتلا ہے اور کمانے میں رشوت وغیرہ سے باک نہیں کرتا۔ تو اس کو سمجھائیں کہ تم حرام آمدنی مت لایا کرو۔ ہم حلال ہی میں اپنا گزر کرلیں گے علیٰ ھذا۔ اگر مرد نماز نہ پڑھتا ہو تو اس کو مطلق نصیحت نہیں کرتیں۔ حالانکہ اپنی غرض کیلئے اس سے سب کچھ کروالیتی ہیں۔ اگر عورت مرد کو دیندار بنانا چاہے تو اس کو کچھ مشکل نہیں مگر اس کے لئے ضرورت اس کی ہے کہ پہلے تم دیندار بنو۔ نماز روزہ کی پابندی کرو۔ پھر مرد کو نصیحت کرو۔ تو انشاء اللہ اثر ہوگا۔

عورت کو گھر کا کام کرنے میں بھی ثواب ہے

مگر بعض عورتیں دینداری پر آتی ہیں تو یہ طریقہ اختیار کرلیتی ہیں کہ تسبیح اور مصلےٰ لیکر بیٹھ گئیں۔ اور گھر کو ماماؤں پر ڈال دیا یہ طریقہ بھی اچھا نہیں کیونکہ گھر کی نگہبانی اور خاوند کے مال کی حفاظت عورت کے ذمہ ہے جس میں اس صورت میں خلل واقع ہوسکتا ہے اور جب فرض میں خلل آگیا تو یہ نفلیں اور تسبیحیں کیا نفع دیں گی۔ اس لئے دینداری میں اتنا غلو بھی نہ کرو کہ گھر کی خبر بھی نہ لو۔ نماز روزہ اس طرح کرو کہ اس کے ساتھ گھر کا پورا حق بھی ادا کرو۔ اور تمہارے واسطے یہ بھی دین ہے کہ تم کو گھر کے کام کاج میں بھی

ثواب ملتا ہے(اگر اس نیت سے کرو کہ میں حق تعالیٰ کے حکم کا امتثال کرتی ہوں کیونکہ حق تعالیٰ نے گھر کی خبر گیری اور حفاظت میرے ذمہ کی ہے۱۲)ہاں گھر کے کاموں میں ایسی منہمک نہ ہو کہ دین کو چھوڑ دو۔ بلکہ اعتدال سے کام لو کہ دین کے کاموں کے ضروری کام بھی ادا ہوتے رہیں اور گھر کا کام بھی نگاہ کے سامنے نکلتا رہے یہ سخت بدتمیزی ہے کہ تسبیح اور نفلوں میں مشغول ہو کر گھر کے کام کو بالکل چھوڑ دیا جائے اور اللہ اللہ تو گھر کا کام کرتے ہوئے بھی ہوسکتا ہے۔ یہ کیا ضرور ہے کہ تسبیح اور مصلی ہی کے ساتھ اللہ اللہ کیا جائے۔حدیث میں آتا ہے کہ لایزال لسانك رطباًمن ذکرِ اللّٰہ کہ زبان کو خدا کی یاد سے ہر وقت تر رکھنا چاہئے۔اور ظاہر ہے کہ تسبیح اور مصلےٰ ہر وقت ساتھ نہیں رہ سکتا تو معلوم ہوا کہ ذکر اللہ کیلئے کسی قید اور پابندی کی ضرورت نہیں بلکہ ہر وقت اور ہر حال میں ہوسکتا ہے، بلکہ میں کہتا ہوں کہ جن کو خدا نے مامائیں اور نوکر دیئے ہوئے ہیں وہ اپنے ہاتھ سے بھی کچھ کام کیا کریں یہ نہ ہو کہ دن رات پلنگ ہی توڑتی رہیں اور کسی کام کو ہاتھ نہ لگائیں۔ کیونکہ اس طرح کام کی عادت چھوٹ جاتی ہے اور آدمی ہمیشہ کیلئے محتاج بن کر رہ جاتا ہے اور کام کرتے رہنے میں عادت بھی رہتی ہے اور قوت صحت بھی اچھی رہتی ہے۔حدیث میں ہے المؤمن القوی خیر من المومن الضعیف وفی کل خیر کہ مسلمان قوی مسلمان کمزور سے اچھا ہے اور یوں تو سب ہی اچھے ہیں تو ہمت کی بات یہ ہے کہ گھر کے کام کو بھی دیکھو۔نوکروں باندیوں سے اپنی نگرانی میں کام لو اور کبھی کسی کام کو اپنے ہاتھ سے کرلیا کرو۔اور اس کے ساتھ کچھ وقت نکال کر نفلیں اور تسبیحیں بھی پڑھو اگر زیادہ وقت نہ ملے تو چلتے پھرتے ہی اللہ اللہ کرتی رہا کرو۔

اولاد کی تربیت کا بہترین طریقہ

ایک کوتاہی عورتیں اولاد کی تربیت میں کرتی ہیں۔بعضی تو اپنے بچوں کو کوستی ہیں۔اور اگر کبھی وہ کوسنے لگ جائیں تو پھر سر پکڑ کر روتی ہیں۔اور بعضی اولاد کے حقوق میں دینی کوتاہی کرتی ہیں کہ ان کو دین کی تعلیم نہیں دیتیں نہ نماز روزہ کی ترغیب دیتی ہیں۔ چاہئے کہ اپنی اولاد کو نماز سکھاؤ۔اور نماز نہ پڑھنے پر تنبیہ و تاکید کرو۔اور علم کی رغبت دلاؤ۔ یہ تو قول کی تعلیم ہوئی۔مگر اس کے ساتھ فعل سے بھی تعلیم کرو کہ تم خود بھی اپنی حالت کو درست کرو والدین کے افعال دیکھ دیکھ کر بچہ وہی کام کرنے لگتا ہے جو ان کو کرتے دیکھتا ہے۔

بلکہ ایک تجربہ کی بات بتلاتا ہوں کہ اگر بچہ پیدا ہونے سے پہلے والدین اپنی حالت درست کرلیں تو بچہ نیک ہی پیدا ہوگا بچہ کی پیدائش سے پہلے جو افعال واحوال والدین پر گزرتے ہیں ان کا بھی اثر ان میں آتا ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ کا بچہ بڑا شریر تھا کسی نے ان سے کہا کہ یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ آپ تو ایسے بزرگ اور آپ کا بچہ ایسا شریر۔فرمایا کہ ایک دن میں نے ایک امیر کے گھر کھانا کھالیا تھا۔اس سے نفس میں ہیجان ہوا۔اس وقت میں اس کی ماں کے پاس چلا گیا اور حمل قرار پا گیا۔تو یہ بچہ اس مشتبہ غذا کا ثمر ہے اس سے معلوم ہوا کہ حمل قرار پانے کے وقت والدین کی جو حالت ہوتی ہے اچھی یا بری اس کا اثر بھی بچہ میں آتا ہے۔

بعض کتابوں میں ایک حکایت لکھی ہے کی دو میاں بی بی نے آپس میں یہ صلاح کی آؤ ہم دونوں سب گناہوں سے توبہ کرلیں اور آئندہ کوئی گناہ نہ کریں۔ تاکہ بچہ نیک پیدا ہو۔ چنانچہ اس کا اہتمام کیا گیا،اسی حالت میں حمل قرار پا گیا اور بچہ پیدا ہوا تو وہ بہت

نیک اور صالح تھا۔ایک روز اس بچہ نے کسی دکان سے ایک بیر چرایا۔مرد نے بیوی سے کہا کہ سچ بتا یہ اثر کہاں سے آیا۔اس نے بتایا کہ پڑوسی کے گھر میں جو بیری کا درخت کھڑا ہے اس کی ایک شاخ ہمارے گھر میں ہے اس میں ایک بیر لگ رہا تھا میں نے وہ توڑ لیا تھا۔مرد نے کہا بس اس کا اثر ہے۔آج ظاہر ہوا کہ اولاد کے نیک ہونے کیلئے اول درجہ تو یہ ہے کہ والدین خود نیک بنیں۔دوسرا درجہ یہ ہے کہ پیدا ہونے کے بعد اس کے سامنے کوئی حرکت بیجا نہ کریں۔اگر چہ وہ بالکل ہی ناسمجھ بچہ ہو کیونکہ حکما نے کہا ہے کہ بچہ کی دماغ کی مثال بالکل پریس جیسی ہے۔کہ جو چیز اس کے سامنے آتی ہے وہ دماغ میں منقش ہو جاتی ہے پھر جب اس کو ہوش آتا ہے تو وہی نقوش اس کے سامنے آجاتے ہیں اور وہ ویسے ہی کام کرنے لگتا ہے۔جیسے اس کے دماغ میں پہلے ہی منقش تھے۔غرض یہ مت سمجھو کہ یہ تو ناسمجھ بچہ ہے یہ کیا سمجھے گا یاد رکھو جو افعال تم اس کے سامنے کرو گے ان سے اس کے اخلاق پر ضرور اثر پڑے گا تیسرا درجہ یہ ہے کہ جب بچہ بڑا ہو جائے تو اس کو علم دین سکھاؤ۔اور خلاف شریعت کاموں سے بچاؤ اور نیک لوگوں کی صحبت میں رکھو بُرے لوگوں کی صحبت سے بچاؤ۔غرض جس طرح بزرگوں نے لکھا ہے اسی طرح بچوں کی تعلیم کا اہتمام کرو۔بعضی عورتیں اس میں بہت کوتاہی کرتی ہیں اور اولاد کے حقوق کو تلف کرتی ہیں اور اولاد کے یہ حقوق صرف عورتوں ہی کے ذمہ نہیں بلکہ مردوں کے بھی ذمہ ہیں مگر بچوں کے اخلاق کی درستی زیادہ تر عورتوں ہی کے اہتمام کرنے سے ہو سکتی ہے کیونکہ بچہ ابتداء میں زیادہ تر ان ہی کے پاس رہتے ہیں۔

خلاصۂ وعظ

یہ ہیں حقوق عورتوں کے مردوں کے ذمّہ اور مردوں کے عورتوں کے ذمہ مگران

میں مرد تو عورت کی رعیت نہیں ہے بلکہ حاکم ہے تو اس کے حقوق جو عورت کے ذمہ ہیں وہ حاکمانہ حقوق ہیں اور عورتوں کے حقوق جو مردوں کے ذمہ ہیں وہ سب رعیت کے حقوق ہیں کیونکہ عورتیں ان کی محکوم ہیں اسی کو فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ ’’کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ‘‘ (ہر ایک تم سے راعی ونگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک سے رعیت کے بارہ میں سوال کیا جائے گا) آج کل نماز روزہ کی تعلیم تو سب کرتے ہیں مگر جو باتیں میں نے بیان کی ہیں ان کو کوئی نہیں بتلاتا اسی لئے ان حقوق کو بہت لوگ جانتے نہیں اس واسطے میں نے اس وقت مختصراً یہ مضمون بیان کیا تاکہ یہ باتیں کان میں تو پڑ جائیں۔اب ایک بات اخیر میں یہ کہتا ہوں کہ اس وقت جتنے حقوق آپ نے سُنے ہیں ان کے بجالانے کے لئے آپ کو ایک تو علم کی ضرورت ہوگی کیونکہ بدوں جانے کیونکر ادا ہوں گے اور اس وقت کا بیان یاد نہیں رہ سکتا اور نہ یہ کافی ہو سکتا ہے کیونکہ اس وقت میں نے تمام حقوق کو تفصیل کے ساتھ نہیں بیان کیا ہے۔محض اجمالاً مختصراً کچھ باتیں بیان کردی ہیں اس لئے علم حاصل کرنے سے چارہ نہیں دوسری ضرورت ہوگی ہمت کی کیونکہ جان لینے کے بعد بھی بدون ہمت کے عمل نہیں ہو سکتا۔

تو میں ان دونوں کا آسان طریقہ بتلاتا ہوں جس کی مستورات کے لئے زیادہ ضرورت ہے کیونکہ مردوں کو تو کسی قدر علم خود بھی ہوتا ہے اور ان میں ہمت بھی بہت کچھ ہے مگر عورتوں کو نہ علم ہے نہ ہمت۔تو علم حاصل کرنے کا آسان طریقہ تو یہ ہے کہ جو کتابیں مسئلے مسائل کی اہل تحقیق نے لکھی ہیں ان کو پڑھو اور اگر پڑھنے کی عمر نہ ہو تو کسی سے بالالتزام سُن لو۔اور روزمرہ سنا کرو جب تمام کتاب ختم ہو جائے تو پھر اول سے دور شروع کردو۔اس سے تو تم انشاءاللہ باخبر ہو جاؤ گی۔حقوق کا اچھی طرح تم کو علم ہو جائے گا۔اور

ہمت کے لئے ایک آسان تدبیر تو یہ ہے کہ بزرگوں کے پاس جا کر بیٹھا کرو مگر یہ صورت مردوں کے لئے ہے عورتوں کے لئے نہیں وہ یہ کریں کہ بزرگوں کے حالات اور حکایات اور ملفوظات دیکھا کریں۔اس سے انشاء اللہ ان میں عمل کی ہمت پیدا ہوگی۔بس یہ طریقہ ہے ان حقوق کے ادا کرنے کا اب دعا کرو کہ حق تعالیٰ ہم کو اس کی توفیق عطا فرمائیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سید نا ومولانا محمد وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین واٰخر دعوینا ان الحمد للہ رب العلمین والحمد للہ الذی بنعمتہ وجلالہ تتم الصالحات۔

مضمون متعلق بہ تعلیم زنانہ اسکول

جس کا حوالہ وعظ ہذا کے تقریباً ثلث حصہ کے بعد کے حاشیہ میں ہے

وھو ھذا(۱)

بعضے آدمی اپنی لڑکیوں کو آزاد بیباک عورتوں سے تعلیم دلاتے ہیں یہ تجربہ ہے کہ ہم صحبت کے(۲) اخلاق وجذبات کا آدمی میں ضرور اثر آتا ہے۔خاص کر جب وہ شخص ہم صحبت ایسا ہو کہ متبوع اور معظم بھی ہو(۳)۔اور ظاہر ہے کہ استاد سے زیادہ ان خصوصیات کا کون جامع ہوگا تو اس صورت میں وہ آزادی وبیباکی ان لڑکیوں میں بھی آوے گی اور میری رائے میں سب سے بڑھ کر جو عورت کا حیا اور انقباض طبعی(۴) ہے اور یہی مفتاح ہے تمام چیز کی جب یہ نہ رہا تو پس سے پھر نہ کوئی خیر متوقع ہے نہ کوئی شر مستبعد ہے، ہر چند کہ اذا فاتک الحیاء فافعل ما شئت، حکم عام ہے لیکن میرے نزدیک "ماشئت" کا عموم عورتوں کے بہ نسبت رجال(۵) کے زیادہ ہے اس لئے کہ مردوں میں پھر بھی عقل کسی قدر مانع ہے اور عورتوں میں اس کی بھی کمی ہوتی ہے اس لئے کوئی مانع(۶) ہی نہ رہیگا اسی طرح استانی ایسی نہ ہو لیکن ہم سبق اور ہم مکتب

---

(۱) اور وہ یہ ہے کہ (۲) جس کے ساتھ رہیگا (۳) قابل اتباع اور قابل تعظیم بھی ہو (۴) طبعی رکاوٹ (۵) مردوں کے (۶) رکاوٹ۔

لڑکیاں ایسی ہوں تب بھی اسی کے قریب مضرتیں واقع ہوں گی۔اس تقریر سے دو جزئیوں کا حال بھی معلوم ہو گیا ہوگا۔جن کا اس وقت بے تکلف شیوع ہے ایک لڑکیوں کا عام زنانہ اسکول بنانا اور مدارس عامہ کی طرح اس میں مختلف طبقات اور مختلف خیالات کی لڑکیوں کا روزانہ جمع ہونا گو معلم مسلمان ہی ہو اور یہ آنا ڈولیوں ہی میں ہو اور گو یہاں آکر بھی پردہ ہی کے مکان میں رہنا ہو لیکن واقعات نے دکھلا دیا ہے اور تجربہ کرا دیا ہے کہ یہاں ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہیں جن کا ان کے اخلاق پر برا اثر پڑتا ہے اور صحبت اکثر عفت سوز(۱) ثابت ہوئی ہے۔اور اگر استانی بھی کوئی آزاد یا مکار مل گئی تو کریلا اور نیم چڑھا کی مثال صادق آجاتی ہے اور دوسری جزئی یہ کہ اگر کہیں مشن کی میم سے روزانہ یا ہفتہ وار نگرانی تعلیم یا صنعت سکھلانے کے بہانہ سے اختلاط ہونے لگا تو نہ آبرو کی خبر ہے اور نہ ایمان کی مگر افسوس صد افسوس کہ بعض لوگ ان آفات کو مایۂ افتخار سمجھ کر خود اپنے گھروں میں بلاتے ہیں میرے نزدیک تو ان آفات مجسمہ سے بچی تو بچی اور بالغ ہو کر تو کیا ذکر کسی بڑی بڈھی مسلمان عورت کا متبوع(۲) ہو کر بھی عمر بھر میں ایک بار ہمکلام ہونا بھی خطرناک ہے۔جن مضرتوں کے ذکر کا اوپر وعدہ تھا ان میں سے بعض یہی ہیں اور بعض کا ذکر اوپر دوسرے طبقہ کے منشاء خیال کے ضمن میں ہو چکا ہے۔

لڑکیوں کی تعلیم کا طریقہ اور نصاب

اسلم طریق لڑکیوں کے لئے یہی ہے جو زمانہ دراز سے چلا آتا ہے کہ دو دو چار چار لڑکیاں اپنے اپنے تعلقات کے مواقع میں آویں اور پڑھیں اور حتی الامکان اگر ایسی استانی مل جاوے جو تنخواہ نہ لے تو تجربہ سے یہ تعلیم زیادہ بابرکت اور با اثر ثابت ہوئی ہے۔اور بدرجہ مجبوری اس کا بھی مضائقہ نہیں اور جہاں کوئی ایسی استانی نہ ملے تو گھر کے مرد پڑھا دیا کریں پڑھانے کا تو یہ طرز ہو اور نصاب تعلیم یہ ہو کہ اول تو قرآن مجید حتی الامکان صحیح پڑھایا جائے پھر کتب دینیہ سہل زبان کی جن میں تمام اجزاء دین کی مکمل تعلیم ہو (میرے نزدیک اس

---

(۱) پاکدامنی کو ختم کرنے والی (۲) قابل اتباع ہو کر۔

وقت بہشتی زیور کے دس حصے ضرورت کیلئے کافی ہیں) اور اگر گھر کا مرد تعلیم دے تو جو مسائل شرمناک ہوں ان کو چھوڑ دے اور اپنی بی بی کے ذریعہ سے سمجھوا دے۔ اور اگر یہ نظام بھی نہ ہو سکے تو ان پر نشان لگا دے تاکہ ان کو یہ مقامات محفوظ رہیں۔ پھر وہ سیانی ہوکر خود سمجھ لیں گی یا اگر عالم شوہر میسر ہو اس سے پوچھ لیں گی یا شوہر کے ذریعہ سے کسی عالم سے تحقیق کروا لیں گی (چنانچہ بندہ نے بہشتی زیور کے دستور العمل میں ٹائٹل پر مطبوع ہوا ہے اس کا خلاصہ لکھدیا ہے مگر بعض لوگ اس کو نہیں دیکھتے اور اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ اگر کوئی مرد پڑھانے لگے تو ایسے مسائل کو کیسے پڑھائے اس لئے ان کا لکھنا ہی کتاب میں مناسب نہ تھا کیسی کچی سمجھ ہے۔ بہشتی زیور کے اخیر میں مفید رسالوں کا نام بھی لکھ دیا ہے جن کا پڑھنا اور مطالعہ عورتوں کیلئے مفید ہے اگر سب نہ پڑھیں ضروری مقدار پڑھ کر باقیوں کو مطالعہ میں ہمیشہ رکھیں اور تعلیم کے ساتھ ان کے عمل کی بھی نگرانی رکھیں اور اس کا بھی انتظام کریں کہ ان کو تدریس کا شوق ہوتا کہ عمر بھر عملی شغل رہے تو اس علم سے کبھی غافل نہ رہیں اور ضروری نصاب کے بعد اگر طبیعت میں قابلیت دیکھیں عربی کی طرف متوجہ کریں تاکہ قرآن وحدیث وفقہ اصلی زبان میں سمجھنے کے قابل ہو جائیں۔

قرآن کا خالی ترجمہ جو بعض لڑکیاں پڑھتی ہیں میرے خیال میں سمجھنے سے زیادہ غلط کرتی ہیں۔ اس لئے اکثر کیلئے مناسب نہیں۔ یہ تو سب پڑھنے کے متعلق بحث تھی۔ رہا لکھنا تو اگر قرائن سے طبیعت میں بے باکی معلوم نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ ضروریات خانگی کیلئے اس کی بھی حاجت ہوتی ہے اور اگر اندیشہ خرابی کا ہو تو مفاسد سے بچنا جلب مصالح (۱) غیر واجبہ (۲) سے اہم (۳) ہے۔ ایسی حالت میں لکھنا نہ سکھائیں اور نہ خود لکھنے دیں اور یہی فیصلہ ہے عقلاء کے اس اختلاف کا لکھنا عورت کیلئے کیسا ہے۔

(۱) مفید چیزوں کا حاصل کرنا (۲) غیر ضروری (۳) ضروری

جامعہ دار العلوم الاسلامیہ (رجسٹرڈ) لاہور

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے ایماء پر قاری سراج احمدؒ کی قائم کردہ دین کی وہ عظیم درس گاہ ہے جو ۱۹۴۸ء سے مصروفِ خدمت ہے۔

اب یہاں الحمد للہ تجوید وقراءات کے ساتھ دورہ حدیث تک وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب کے مطابق تعلیم ہو رہی ہے۔ ادارہ کے نصاب تعلیم کو وفاق المدارس کے نصاب میں اس طرح مدغم کیا گیا ہے کہ طالب علم ثانویہ عامہ کے پہلے سال میں تجوید کی روایت حفصؒ مکمل کرے۔ ثانویہ خاصہ کے سال دوم کے اختتام پر اس کی سبعہ قراءات مکمل ہو جائیں اور عالیہ کے دو سالوں میں عشرہ قراءات مکمل کر لے۔ اس کے بعد عالمیہ (دورہ حدیث) کا نصاب مکمل کر کے ایک طرف مکمل عالم بنے تو ساتھ ہی عشرہ کا بہترین قاری بھی ہو اس کو جامعہ کی اسناد قراءات کے ساتھ وفاق المدارس کی سندات بھی مل جائیں۔

طلباء کو نظام الاوقات کا پابند کیا گیا ہے۔ جس میں ہر کام کے لیے وقت مقرر ہے۔ سونے، جاگنے، پڑھنے، کھانے، کھیلنے اور نماز کے اوقات متعین ہیں۔

طلباء کا داخلہ انٹرویو کے ذریعہ ہوتا ہے۔ ششماہی اور سالانہ امتحانات تحریری لیے جاتے ہیں۔ نیز سالانہ امتحان وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیر انتظام ہوتا ہے۔

درس نظامی متوسطہ سے دورہ حدیث تک حفظ وناظرہ، تجوید وقراءات سبعہ عشرہ، اسکول کی مڈل تک تعلیم اور تحقیق وتصنیف نیز انتظامی امور کے لیے کل (۷۶) افراد کا عملہ مصروفِ خدمت ہے۔

طلباء کی تعداد حفظ وناظرہ کے درجات میں ۵۲۰ اور درس نظامی متوسطہ سے دورہ حدیث تک نیز قراءات سبعہ وعشرہ اور تجوید للعلماء نیز تخصص فی الفقہ میں ۴۳۸، اس طرح کل تعداد ۹۵۸ زیر تعلیم ہے۔ ان میں سے ۴۵۰ طلباء کے قیام وطعام، نقد وظیفہ، درسی کتب مہیا کرنے اور علاج معالجہ کی سہولت کی ذمہ داری دار العلوم پر ہے۔

الحمد للہ درسِ نظامی کے سال اوّل سے اوپر تک تمام درجات کے اکثر طلباء حافظ قرآن ہیں۔

جامعہ کی طرف سے ہر ماہ ماہنامہ "الامداد" کے ذریعہ دینی معلومات پر مشتمل حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا ایک وعظ یا علماء دیوبند کا کوئی ایک کتابچہ شائع کر کے تقسیم کیا جاتا ہے۔

ادارہ اشرف التحقیق میں حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ اور ان کے ہمراہ چار ماہر علماء احکام القرآن کی تدوین کا کام مکمل کر چکے ہیں جس کی ایک جلد شائع ہو چکی ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کے وصال کے بعد سے علماء جمیل الفتاویٰ اور بعض دوسرے تحقیقی مسائل کی تدوین وترتیب میں مصروف ہیں۔